شہری

برائے بہتر ماحول

جنوری تا مارچ 2003ء

SHEHRI

اس میں کوئی شک نہیں کہ شہریوں کا ایک چھوٹا سا گروہ جو شعور رکھتا ہو وہ یقیناً دنیا کو بدل سکتا ہے۔ ... مارگریٹ میڈ

اندرونی صفحات میں

- کراچی میں اراضی کا استعمال
- چترالی باشندوں کی زندگی
- گلاس ٹاورز
- اسپتال کے فضلے کا انتظام

کراچی کو آلودگی سے پاک اور سرسبز بنانے کے لئے شہری کی پیش قدمی

شہری سی بی ای نے عوامی مفاد کی حفاظت کے اپنے عزم کی تکمیل میں شہر کے ایک عوامی ورثہ کو تباہی سے بچانے کے لئے ایک اور مہم کا آغاز کیا ہے، ہمیں امید ہے کہ شہر کے باشندے بدعنوان سرکاری اہلکاروں اور لینڈمافیا سے اپنے مفادات کو لاحق خطرات سے محفوظ کرنے کی ان کوششوں میں شرکت کریں گے۔

کراچی شہر میں تفریحی ڈھانچہ بہت محدود ہے اور تھوڑی بہت جو تفریحی سہولیات موجود ہیں انہیں شہری لینڈ مافیا سے خطرہ ہے۔

گٹر باغیچہ (428 ایکڑ) ایسے پارکوں میں سے ہے جہاں گزشتہ کئی سالوں سے تواتر کے ساتھ ناجائز تجاوزات قائم کی جارہی ہیں۔ شہریوں کے گروپ بشمول شہری سی بی ای طویل عرصہ سے پارک کو بچانے اور بحال کرنے کے لئے مہم چلا رہے ہیں۔ (شہری کے مئی۔ اگست 2002ء کے شمارے میں اس موضوع پر مضمون شائع کیا گیا تھا)

اب جبکہ ایک منتخب مقامی حکومت شہر میں قائم ہوچکی ہے، شہری سی بی ای نے اس مہم کو اپنے منطقی انجام تک پہنچانے کا فیصلہ کیا ہے مثلاً گٹر باغیچہ کی بحیثیت جدید قومی پارک بحالی اور اس کے مستقبل کو محفوظ بنانا۔ اس ضمن میں شہری سی بی ای نے اپنی گٹر باغیچہ بچاؤ مہم کا آغاز 27 دسمبر 2002ء کو شاہ عبداللطیف بھٹائی لائبریری ہال (گٹر باغیچہ سے متصل) میں ایک ورکشاپ کے انعقاد سے کیا۔ یہ ورکشاپ شہری سی بی ای کے پروگرام قانونی آگہی/شہری کی منصوبہ بندی/درجہ بندی کی تربیت کے تحت منعقد کیا گیا۔

ورکشاپ فریڈرک نومان اسٹفٹنگ کے تعاون سے منعقد کیا گیا جبکہ مقامی شہری گروہ این جی او الائنس نے سہولیات فراہم کیں۔ شہری ضلعی حکومت کراچی کے اہلکاروں کی نمائندگی سائٹ ٹاؤن کے ناظم جناب امیر نواب نے کی۔

مقررین نے جن میں جناب خطیب احمد چیئرپرسن شہری سی بی ای، جناب نوید حسین رکن شہری سی بی ای اور جناب نثار بلوچ چیئرمین این جی او الائنس شامل تھے۔ گٹر باغیچہ کی تاریخی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ گٹر باغیچہ 1892ء میں کراچی میونسپل کمیٹی نے 1017ء ایکڑ رقبہ پر سیوریج پارک کی حیثیت سے قائم کیا گیا تھا۔ کراچی ہینڈ بک میں اس کے بارے میں تفصیلات دیتے ہوئے لکھا ہے کہ 1913ء میں گٹر باغیچہ صحرا میں نخلستان اور فطرت پسندوں، پرندوں اور حشرات الارض کی

ایک دن کا بہتر استعمال

تعارف:

جناب نثار بلوچ۔ این جی او الائنس

گٹر باغیچہ کے تحفظ کے لئے شہری کا عمل

جناب خطیب احمد

چیئرپرسن شہری سی بی ای

گٹر باغیچہ: منزل سامنے ہے

جناب نوید حسین شہری سی بی ای

اوپن فورم:

مقامی باشندوں اور علاقے کے ناظموں، کونسلروں اور مقامی انتظامیہ کے درمیان باہمی عمل۔

مہمان خصوصی کا خطاب:

جناب امیر نواب۔ ناظم سائٹ ٹاؤن

حکمت عملی: شہریوں اور منتخب نمائندوں کے درمیان مثبت باہمی عمل

ناظم اور شہری/این جی او الائنس کے ارکان درخت لگا مہم کا آغاز کر رہے ہیں

شہری

جی 206 بلاک 2- پی ای سی ایچ ایس
کراچی- 75400، پاکستان
ٹیلی فون/فیکس 92-21-453-0646
E-mail: Shehri@onkhura.com
(Web site)
www.shehri.org

ایڈیٹر : سمیر انعیم
انتظامی کمیٹی:
چیئر پرسن : خطیب احمد
وائس چیئرپرسن: ایس رضا علی گردیزی
جنرل سیکریٹری : امبر علی بھائی
خزانچی : فاروق فضل
ارکان :نوید حسین، رونالڈ ڈی سوزا
قاضی فائز عیسیٰ
شہری اسٹاف:
کوآرڈی نیٹر : محمد سرور
اسسٹنٹ کوآرڈی نیٹر :محمد ریحان اشرف
شہری ذیلی کمیٹیاں:
آلودگی کے خلاف : نوید حسین
تحفظ ورثہ: دانش آذر زوبی، حمیر ارحمٰن
میڈیا اور بیرونی روابط: حمیر ارحمٰن،
حسن جعفری، فرحان انور
قانون: قاضی فائز عیسیٰ، امبر علی بھائی،
رونالڈ ڈی سوزا، وکٹوریہ ڈی سوزا،
خطیب احمد
پارکس اور تفریح : خطیب احمد
اسلحہ سے پاک معاشرہ : نوید حسین،
قاضی فائز عیسیٰ
مالی حصول : تمام ارکان
ذیلی کمیٹیوں کی رکنیت شہری برائے بہتر ماحول کے تمام ارکان کے لئے کھلی ہے۔ اس اشاعت میں شامل مضامین کو شہری کے حوالے کے ساتھ شائع کرنے کی اجازت ہے۔
ایڈیٹر/ادارتی عملہ کا خبر نامہ میں شائع ہونے والے مضامین سے متفق ہونا ضروری نہیں۔
لے آؤٹ اور ڈیزائن: زیڈ یولالہ
پروڈکشن: انٹر پریس کمیونیکیشن (IPC)
مالی تعاون: فریڈرک نومان فاؤنڈیشن
رکن IUCN دی ورلڈ کنزرویشن یونین

امیر نواب۔ ناظم سائٹ ٹاؤن

خطیب احمد۔ چیئر پرسن شہری سی بی ای

جنت کے نام سے پہچانا جاتا تھا جہاں اناج، سبزیاں، پھل اور مویشیوں کے چارہ کی کاشت کی جاتی تھی۔ 1938ء میں کراچی کا پہلا ٹریٹمنٹ پلانٹ پارک میں قائم کیا گیا۔ جہاں شہر بھر کے کچرے سے ٹنوں کھاد تیار کی جاتی تھی اور بہت سی ملازمتوں کے مواقع پیدا ہوئے تھے۔

تاہم آزادی کے بعد حالات نے بدتر کی طرف پلٹا کھایا جب ہزاروں کی تعداد میں مہاجرین نے بے قاعدہ آبادیوں میں رہائش اختیار کرلی۔ نتیجہ کے طور پر گٹر باغیچہ کا 25 فیصد حصہ رہائشی علاقے میں تبدیل ہوگیا جبکہ اس کے مزید 15 فیصد حصہ پر ہارون آباد انڈسٹریل ایریا اور سنگ مرمر کے کارخانوں نے ناجائز تجاوزات قائم کرلیں۔

اس پر ماتم کرنا چاہئے کہ پارک میں پچاس سے زائد پانی کے نلکے (Hydrants) لگے ہوئے تھے نتیجتاً واٹر ٹینکروں کی آمدورفت کی وجہ سے نہ صرف سڑکیں تباہ ہورہی تھیں بلکہ زمین کی حالت بھی خراب ہوتی جارہی تھی۔

چند ماہ پیشتر شہری حکومت نے باشندوں

برائے مہربانی ضرورت مند کی مدد کیجئے

کیم جنوری 2003ء

میر ظفر اللہ خان جمالی
وزیر اعظم پاکستان- وزیر اعظم ہاؤس
اسلام آباد

جناب علی محمد مہر
وزیر اعلیٰ سندھ
وزیر اعلیٰ ہاؤس- کراچی

بابت: صدر جنرل پرویز مشرف کی ہدایات کے مطابق گٹر باغیچہ کی اراضی پر جدید قومی پارک کی تعمیر

جناب محترم!

ہم آپ کی توجہ اس امر کی جانب مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ 28 اپریل 2002ء کو عزت مآب صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف نے کراچی میں قائداعظم کے مقبرے کے دورے کے دوران اعلان کیا تھا کہ کراچی کے شہریوں کے لئے گٹر باغیچہ کو ایک جدید نیشنل پارک میں تبدیل کیا جائے گا۔

گٹر باغیچہ کی اصل اراضی 1017 ایکڑ پر مشتمل تھی جس میں سے 600 ایکڑ اراضی پر لینڈ مافیا، سائٹ انڈسٹریل ایریا اور سرکاری محکموں نے ناجائز قبضہ کرلیا ہے۔ اس گنجان آباد علاقے میں یہ سب سے بڑی کھلی جگہ ہے۔ اس جگہ پر ایک پارک قائم کرکے محفوظ کرنا کراچی شہر کے پھیپھڑوں کو بچانے کے مترادف ہے جو پہلے ہی بہت زیادہ آلودہ ہوچکا ہے۔

تاہم یہ افسوسناک امر ہے کہ صدر مملکت کی ہدایات پر عملدرآمد نہیں کیا گیا ہے۔ حکومت سندھ اور کراچی کے شہری ضلعی حکومت کراچی کے شہریوں سے کئے گئے وعدے کو پورے کرنے میں ناکام ہوگئی ہیں۔

آپ سے درخواست ہے کہ گٹر باغیچہ کی 428 ایکڑ اراضی پر ایک جدید قومی پارک قائم کرنے کے لئے تیزی سے عمل کیا جائے پیشتر اس کے کہ بہت دیر ہوجائے۔

امبر علی بھائی
جنرل سیکریٹری- شہری سی بی ای

نقول برائے:
ڈاکٹر عشرت العباد- گورنر سندھ
جناب طارق عزیز- پرنسپل سیکریٹری برائے صدر پاکستان
جناب کے بی رند- چیف سیکریٹری حکومت سندھ
جناب شفیق الرحمٰن پراچہ- ڈی سی او شہری ضلعی حکومت کراچی

نوید حسین ۔ ممبر شہری سی بی ای

نثار بلوچ ۔ چیئرمین ، این جی او الائنس

کی شکایات پر پانی کے نلکے (Hydrants) بند کردیئے، تاہم چند ہی دنوں میں مفاد پرست عناصر نے اس وقت کے گورنر سندھ سے رجوع کیا جنھوں نے ان نلکوں کو دوبارہ کھولنے کے احکامات جاری کردیئے۔ مزید برآں ایک بڑی تعداد میں لوگوں نے پارک پر ناجائز قبضہ کرلیا اور سبزیوں کی کاشت شروع کردی جس کی آبیاری قریبی صنعتی علاقے سے خارج ہونے والے زہر آلود اور خطرناک کیمیاوی اجزاء سے آلودہ پانی سے کی جاتی تھی۔ ان سبزیوں کو کھلے عام فروخت کیا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ صدر جنرل پرویز مشرف کے جگہ کو جدید نیشنل پارک میں تبدیل کرنے کے احکامات کو بھی نظر انداز کردیا گیا۔ کالعدم کے ایم سی نے پارک کی 200 ایکڑ اراضی رہائشی اسکیم کے لئے فروخت کردی۔ فی الوقت 1017 ایکڑ پر مشتمل اصل رقبہ میں سے صرف 428 ایکڑ اراضی باقی بچی ہے جس پر کسی بھی قسم کی تجاوزات قائم نہیں ہیں۔ مقررین نے شہری حکومت کے اہلکاروں سے مطالبہ کیا کہ پارک کی تفریحی حیثیت بحال کی جائے، تجاوزات کو ہٹایا جائے اور پارک کی اراضی کے مزید ناجائز استعمال کی روک تھام کی جائے۔ سائٹ ٹاؤن کے ناظم جناب امیر نواب نے پارک کی دوبارہ بحالی اور تحفظ کی اہمیت کا احساس کرتے ہوئے بڑھتے ہوئے اراضی پر ناجائز قبضے کے رجحان پر تشویش کا اظہار کیا۔ انہوں نے یقین دلایا کہ وہ اس معاملہ کو تمام متعلقہ فورمز پر اٹھائیں گے اور اس کے بارے میں تمام متعلقہ اہلکاروں سے بات کریں گے۔

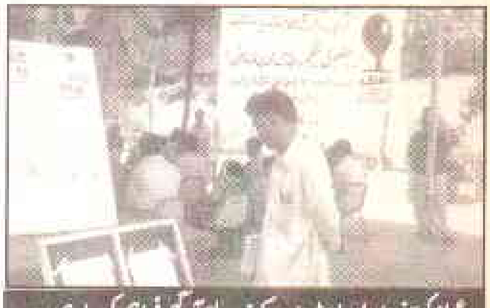

عوام کو بینروں اور پوسٹروں کے ذریعے آگہی فراہم کی جارہی ہے

امید کی جاسکتی ہے کہ شہریوں کے تعاون سے کراچی شہر کے پھیپھڑوں کو بچانے کے لئے شہری کی یہ کوششیں بارآور ثابت ہوں گی۔

اس موقع پر درخت لگاؤ مہم کا انعقاد بھی کیا گیا۔ ❀❀❀

ورکشاپ میں موجود شرکاء

گٹر باغیچہ کے اطراف میں فضائی کیفیت کی رپورٹ

ایجنسی برائے ماحولیاتی تحفظ، حکومت سندھ کی رپورٹ

ایجنسی برائے ماحولیاتی تحفظ حکومت سندھ (EPA) نے کونسل برائے سائنسی وصنعتی تحقیق پاکستان (پی سی ایس آئی آر) سے درخواست کی ہے کہ گٹر باغیچہ کے گردونواح میں ہوا کی کیفیت کو مانیٹر کیا جائے۔ ہوائی کیفیت کا ڈیٹا انسانی حقوق کیس نمبر A-6 کے تحت سپریم کورٹ کی ہدایات کے مطابق ایک ماحولیاتی رپورٹ کی تیار کے لئے درکار ہے۔ بریگیڈیئر (ریٹائر) اختر ضامن ڈائریکٹر جنرل ای پی اے اور جناب اے ایچ کے یوسف زئی، چیف سائنٹیفک آفیسر، پی سی ایس آئی آر لیبارٹریز کے درمیان ایک میٹنگ میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ گٹر باغیچہ کے قریب ایک منتخب جگہ پر 48 گھنٹے تک مسلسل ہوا کی کیفیت کی مانیٹرنگ کی جائے گی۔ اس ضمن میں ڈپٹی کمشنر کو مکمل حفاظتی انتظامات کو یقینی بنانے کے لئے مطلع کیا گیا۔ علاوہ ازیں کراچی الیکٹرک سپلائی کارپوریشن کو معقول بجلی فراہم کرنے کی ہدایات جاری کی گئیں۔ ایک جدید ترین ایئر کوالٹی مانیٹرنگ موبائل لیبارٹری مندرجہ ذیل کو جانچنے کے لئے دو دن (17 اور 18 فروری 1998ء) کے لئے استعمال کی گئی۔ (1) اوزون (2) سلفر ڈائی آکسائیڈ (3) کاربن مونو آکسائیڈ (4) نائٹروجن آکسائیڈز (5) میتھین (6) این۔میتھین (7) پی ایم۔10 (8) ہوا کی رفتار (9) رطوبت (10) درجہ حرارت (11) ہوا کی سمت

ڈیٹا کا تجزیہ کرنے کے بعد مشاہدے میں یہ آیا کہ مندرجہ بالا تمام معیارات عالمی بینک / عالمی ادارہ صحت (WHO) کے تعریف کردہ معیارات کی حدود کے اندر ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ گٹر باغیچہ کا گردونواح فی الوقت غیر آلودہ ہے اور اگر صنعتیں لگانے کی اجازت دی گئی تو یہ خطرہ ہے کہ مندرجہ بالا معیارات عالمی ادارہ صحت کے مقررہ معیارات سے تجاوز کر جائیں گے۔ شہری ترقی کے نتیجہ میں ٹریفک کے حجم اور دیگر تجارتی اور صنعتی سرگرمیوں میں اضافہ ماحول پر منفی اثرات مرتب کرتا ہے۔ چونکہ کسی صنعتی علاقے کی ترقی کے لئے کوئی رہنما اصول نہیں ہیں، البذا یہ خطرہ موجود ہے کہ گٹر باغیچہ پر ایک گھریلو صنعتی سیکٹر کی منصوبہ بندی اطراف کے ماحول پر یقیناً منفی اثرات مرتب کرے گی۔ لہٰذا ان تمام حقائق کے پیش نظر تجویز دی جاتی ہے کہ:

- کراچی میٹروپولیٹن کارپوریشن اس جگہ پر اسپتال، پارک، کھیل کا میدان، کمیونٹی سینٹر اور دیگر عوامی سہولیات جن کی کراچی شہر کو فوری ضرورت ہے، تعمیر کرے۔
- کے ایم سی اور کے ڈی اے کسی بھی قسم کی کارکردگی کرنے سے قبل ایجنسی برائے ماحولیاتی تحفظ سندھ کو ماحولیاتی اثرات کا تخمینہ پیش کرے تاکہ اس کا جائزہ لیا جاسکے اور این او سی جاری کیا جاسکے واضح رہے کہ ماحولیاتی تحفظ کے ایکٹ 1997ء کے مطابق یہ ابتدائی عمل ہوسکتا ہے۔
- متعلقہ ایجنسیوں کی جگہ کو تجاوزات سے تحفظ دینے اور کنٹرول کرنے کے لئے مقررہ معیارات کو اختیار کرنے کے لئے حکم دیا جاسکتا ہے کیونکہ یہ تجاوزات / کچی آبادیاں ہوا، پانی اور زمین پر بہت زیادہ منفی اثرات مرتب کرسکتی ہیں۔
- گٹر باغیچہ پر زراعتی عمل کی سختی سے نگرانی کرنا چاہئے کیونکہ جائزے کے دوران مشاہدے میں آیا ہے کہ کسان سبزیاں کاشت کرنے کے لئے آلودہ گندہ پانی استعمال کررہے ہیں، جو انسانوں کے لئے سخت خطرناک ہے۔

فضل اے نظامانی

ڈائریکٹر ۔ ایجنسی برائے ماحولیاتی تحفظ ۔ سندھ

اراضی کا انتظام

شدت حرص نے زمین کے غیر قانونی قبضے پر مجبور کیا

شرکت گاہ کے زیر اہتمام کراچی میں منعقد کئے گئے ایک سیمینار میں جناب نوید حسین کے پڑھے گئے مقالے سے اقتباسات

ہندوستان سے آنے والے مہاجرین نے کچی آبادیوں میں رہائش اختیار کی اور گٹر باغیچہ پر تجاوزات قائم کرنا شروع کیں، سنگ مرمر کے کارخانوں اور دیگر صنعتوں نے پندرہ فیصد حصہ پر قبضہ کیا

نوید حسین

یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ ہم پاکستان میں ہر علاقے پر کاشت کرنے یا اس پر عمارت کھڑی کرنے کی مستقل کوشش کرتے ہیں۔ خواہ یہ زمین کسی فرد، کمیونٹی کی ہو یا رفاعی پلاٹ یا حکومت کی، لیکن حرص اتنی شدید ہے کہ ہم اس پر ہر صورت قابض ہونا چاہتے ہیں۔ گٹر باغیچہ کی اصطلاح (کراچی میں ایک چھوٹا سر سبز پلاٹ) وہاں پر موجود سیوریج ٹریٹمنٹ پلانٹ سے متعلق ہے۔ تقسیم سے قبل 1890ء میں اس کی تنصیب کی گئی۔ تمام علاقہ 1017 ایکڑ پر محیط تھا اور ٹرانس لیاری کوارٹر کا حصہ تھا، جس سے تقریباً ایک لاکھ افراد مستفید ہوتے تھے۔

1947ء کے بعد ہندوستان سے آنے والے مہاجرین نے پرانے گولیمار کی طرز پر کچی آبادیوں میں رہائش اختیار کی اور گٹر باغیچہ پر تجاوزات قائم کرنا شروع کر دیں۔ آصف کالونی، زبیر کالونی، حسرت موہانی کالونی اور ولایت آباد گٹر باغیچہ کے 25 فیصد حصے پر قائم کئے گئے۔ ہارون آباد کے صنعتی علاقے اور سنگ مرمر کے کارخانوں نے گٹر باغیچہ کے مزید 15 فیصد حصے پر تجاوزات قائم کیں۔

مصنف مقامی لوگوں سے تبادلہ خیال کرتے ہوئے

1993ء کے اوائل میں گٹر باغیچہ کی 1200 ایکڑ زمین پر کے ایم سی آفیسر کوآپریٹو سوسائٹی قائم کرنے کے لئے درخواست دی گئی تھی۔ سرکاری حکام اور اراضی مافیا پر مشتمل غیر قانونی زمینی قابضین کی ایک طویل فہرست ہے۔ وزیر بلدیات ارشاد احمد نے کہا کہ کے ایم سی آفیسرز کوآپریٹیو ہاؤسنگ سوسائٹی کو دس روپے فی گز زمین کی قیمت اور پندرہ روپے فی گز ترقیاتی اخراجات کے نرخ پر سیوریج فارم منگھوپیر روڈ پر کے ایم سی کی زمین دینا نقصان دہ ہے۔ اس قدر ارزاں نرخ پر زمین کی فروخت سندھ پیپلز لوکل کونسل (لینڈ رولز 1975ء) کے رول 15 کی صریحاً خلاف ورزی ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد 1993ء میں گٹر باغیچہ کی زمین کے ایم سی آفیسرز کوآپریٹو سوسائٹی کو 99 سال کے پٹہ پر رہائشی مقصد کے لئے کے ایم سی قرارداد 82 منظور کی گئی۔ واضح رہے کہ اس کے لئے نیلام کا طریقہ اختیار نہیں کیا گیا۔ یہ سندھ لوکل گورنمنٹ آرڈی نینس 1979ء کی دفعہ 45 کی صریحاً خلاف ورزی ہے۔ ایک اعلیٰ سرکاری عہدیدار اس وقت کے چیف سیکریٹری سندھ سید سردار احمد نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ ایک کھلے پارک/فارم کو ہاؤسنگ سوسائٹی میں تبدیل کرنا مناسب نہیں ہوگا۔ شاید یہ اظہار تاسف تھا۔ یہ تلخیصی نکات مفاد پرست مافیا کی سازشوں کی وجہ سے کبھی بھی وزیر اعلیٰ سندھ تک نہیں پہنچ سکے۔ حیرت انگیز طور پر وزیر اعلیٰ نے کے ایم سی کمیٹی کی جانب سے منظور کی جانے والی قرارداد کی حمایت کی۔ اس کے کچھ مہینوں کے بعد کے ایم سی نے گٹر باغیچہ میں 1000 روپے فی مربع گز کے نرخ پر صنعتی پلاٹوں کی نیلامی کا اشتہار جاری کیا۔ 1993ء کے وسط میں چیف سیکریٹری سندھ نے ناپسندیدہ اعتراضات کو ظاہر کئے بغیر کے ایم سی آفیسرز کوآپریٹیو سوسائٹی سے متعلق ایک تجویز وزیر اعلیٰ کے سامنے پیش کی گئی اور وزیر اعلیٰ سندھ نے کے ایم سی کی قرارداد کی حمایت کرتے ہوئے اعانت جرم کا ارتکاب کیا۔

اسی سال حکومت سندھ نے ہاؤسنگ اسکیم کی منظوری دی۔ 1200 ایکڑ زمین کی لیز دستاویزات مکمل ادائیگی (ایک کروڑ 10 لاکھ روپے) وصول کئے بغیر جاری کر دی گئی۔ یہ رقم ابھی تک واجب الادا ہے۔ 20 اگست 1993ء کو اس ہاؤسنگ اسکیم کے بارے میں ایک اشتہار اخبارات میں شائع کرایا گیا۔ میں لیاری کے بارے میں متجسس اور اس کے بارے میں جاننے کا مشتاق تھا اور اس سلسلے میں، میں نے مقامی (باقی صفحہ 22 پر)

شہری سرگرمیاں

کراچی میں اراضی کا استعمال

خلاف ورزیوں، بے قاعدگیوں اور بدعنوانیوں کے اسباب

شہری رپورٹ

زمین کو سماجی ورثے کے بجائے قابل فروخت جنس کی حیثیت سے دیکھا جاتا ہے، منافع کی مد میں کی گئی سرمایہ کاری کی وجہ سے اراضی کی قیمتیں غیرمعمولی سطح تک پہنچ گئی ہیں

اپنے تعارفی کلمات میں بیرسٹر قاضی فائزعیسیٰ سابق چیئرپرسن شہری سی بی ای نے وادی سندھ کی تہذیب پر بحث کرتے ہوئے خطے میں منظم اور منصوبہ بند ترقی کی نشاندہی کی۔ واضح رہے کہ دنیا کی قدیم ترین منصوبہ بند انسانی آبادیوں میں سے ایک موہنجو ڈرو کو سمجھا جاتا ہے۔

جناب عیسیٰ نے اسلامی فنون اور تعمیرات میں عظیم الشان روایات کی نشاندہی کی جس کے گواہ اسپین میں غرناطہ کے پرشکوہ شہر سے پاکستان میں شالیمار باغ لاہور تک کی تعمیرات ہیں۔

برطانوی نوآبادیاتی حکمرانوں نے بھی خود کو تصور پرست ثابت کیا اور مختلف منصوبے جو انہوں نے پایہ تکمیل تک پہنچائے مثلاً ایم اے جناح روڈ وغیرہ ان کے طویل المیعاد تصور اور دوراندیشی کی نشاندہی کرتے ہیں۔

بہرحال قیام پاکستان کے بعد لوٹ کھسوٹ کا باقاعدہ عمل شروع ہوگیا جسے ستر کی دہائی کے اوائل میں بے نظیر بڑھاوا ملا۔

کراچی شہر میں زمین کے استعمال میں ہونے والی خلاف ورزیوں سے متعلق تمام بے قاعدگیوں اور بدعنوانیوں کے پیچھے دولت کی بھوک بنیادی عنصر ہے۔ جناب عیسیٰ کے کہنے کے مطابق تمام حکومتوں، خواہ وہ منتخب ہوں یا غیرمنتخب، نے حالت کو بگاڑنے میں حصہ لیا ہے۔ حتیٰ کہ موجودہ مفروضہ شفاف فوجی حکومت غیرقانونی عمارتوں کو باقاعدہ بنانے اور سڑکوں کو تجارتی بنانے کے اقدامات اٹھاچکی ہے۔

جناب عیسیٰ نے اس حقیقت پر افسوس کا اظہار کیا کہ کے بی سی اے کی نگران کمیٹی صرف اس لئے سبکدوش کی جاچکی ہے کہ وہ بدعنوان بلڈرز مافیا اور کے بی سی اے کے حکام کو برہم کرنے کے اقدامات کررہی تھی۔ انہوں نے کہا کہ عبوری حکومت کا اختیار محدود ہوتا ہے اور وہ کے بی سی اے نگران کمیٹی کو سبکدوشی جیسے اہم فیصلے کرنے اور پابندیاں لگانے کی مجاز نہیں ہے۔ کراچی میں ہونے والی زیادہ تر بدعنوانیوں میں دولت محرک طاقت بن چکی ہے۔

سیمینار کی میزبان محترمہ مہرین خان نے پینل کے شرکاء کا تعارف کرایا۔ انہوں نے پروفیسر نعمان احمد کو شہری منصوبہ بندی کے موضوع پر اظہار خیال کرنے کی دعوت دی اور کیا کبھی کراچی کی باقاعدہ بہتر منصوبہ بندی کی گئی یا نہیں؟

پروفیسر نعمان احمد نے کہا کہ کراچی کبھی ایشیاء کا صاف ترین شہر مانا جاتا تھا۔ تاہم آزادی کے بعد صرف چار برس کے دوران شہر کی آبادی میں ڈھائی گنا اضافہ ہوگیا۔ شہر کے لئے چار مختلف ترقیاتی منصوبے بنائے گئے، تاہم ان منصوبوں پر عملدرآمد حکمران طبقے کے مفاد میں نہیں تھا۔ پروفیسر نعمان احمد

پینل

میزبان:
محترمہ مہرین خان

پینل کے شرکاء:
جناب احمد قاسم پاریکھ
ناظم جمشید ٹاؤن
بریگیڈیئر ظہیر قادری
ای ڈی او سی ڈی جی کراچی
آرکیٹیکٹ طارق رسول
وائس چیئرمین پی سی اے ٹی پی
انجینئر نورالدین احمد
ممبر پاکستان انجینئرنگ کونسل
پروفیسر نعمان احمد
چیئرمین شعبہ تعمیرات، این ای ڈی یونیورسٹی
ڈاکٹر سید رضا علی گردیزی
وائس چیئرمین شہری سی بی ای

اردشیر کاؤس جی، مہرین خان، ڈاکٹر ایس رضا علی گردیزی

احمد قاسم پاریکھ، پروفیسر نعمان احمد اور قاضی فائز عیسٰی

نے کہا کہ پہلے لوگوں کے ادراک/ مفادات اور مفادی گروہوں میں ہم آہنگی پیدا کی جائے اور پھر عملی کام شروع کیا جائے۔ انہوں نے مطلع کیا کہ شہر کی 86 فیصد اراضی حکومت کی ملکیت ہے۔ زمین کو سماجی ورثے کے بجائے قابل فروخت جنس کی حیثیت سے دیکھا جاتا ہے۔ منافع کی حد میں کی گئی سرمایہ کاری کی وجہ سے اراضی کی قیمتیں غیر معمولی سطح تک چڑھ گئی ہیں۔ بریگیڈیئر ظہیر قادری نے کہا کہ وہ اس کی تردید نہیں کریں گے کہ کے ڈی اے ایک بدعنوان ادارہ بن چکا ہے۔ تاہم انہوں نے کہا کہ عوام بھی اس جرم میں برابر کے شریک ہیں کیونکہ وہ حکومتی بے عملی کے خلاف اجتماعی احتجاج کرنے کے قابل نہیں ہوسکے۔

جناب احمد قاسم پاریکھ شہری کے کام کو سراہتے ہوئے بیوروکریسی (نوکر شاہی) کو ترقیاتی کاموں میں پایہ تکمیل تک نہ پہنچانے پر مورد الزام ٹھہرایا۔

جناب نورالدین احمد نے کہا کہ یہ لوگ خود ہوتے ہیں جو حکومتی اہلکاروں کو غیر قانونی اقدامات اٹھانے پر مجبور کرتے ہیں، جس کے نتیجے میں کام کرانے کا ایک متوازی غیر قانونی راستہ جنم لے چکا ہے۔ انہوں نے تسلیم کیا کہ اس بدعنوان طریقہ کار میں پیشہ ور افراد بھی ملوث ہوتے ہیں۔ جناب نورالدین احمد نے کہا کہ زمین نے سامان تجارت کی حیثیت اختیار کرلی ہے اور 70ء کی دہائی سے اسے سیاسی حمایت حاصل کرنے کے لئے بطور رشوت استعمال کیا جاتا ہے۔

جناب طارق رسول نے کہا کہ بڑھتی ہوئی تیز رفتار آبادی کی وجہ سے شہر میں زمین کے استعمال میں تبدیلیاں ہورہی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اس عمل کے نتیجہ میں بہت سے آرکیٹیکٹ متاثر ہوئے ہیں، کیونکہ بغیر کسی ثبوت کے ان کے لائسنس بدعنوانی میں ملوث ہونے کے الزام کے تحت معطل کردیئے گئے۔ حال ہی میں تشکیل دی گئی ایک انضباطی کمیٹی نے 23 متاثرہ آرکیٹیکٹس میں سے صرف چار کو جرم کا مرتکب پایا۔

شہری سی بی ای کے وائس چیئرپرسن ڈاکٹر رضا علی گردیزی نے ترک شدہ قوانین، قواعد اور طریقہ ہائے کار کی حمایت کی ضرورت پر زور دیا۔ انہوں نے کہا کہ تربیت یافتہ منصوبہ سازوں کے علاوہ ہر شخص بشمول گورنر اور چیف سیکریٹری منصوبہ سازوں کا طرز عمل اختیار کر رہے ہیں۔

ماہر تعمیر طارق رسول، بریگیڈیئر (ر) ظہیر قادری اور نورالدین احمد

پینل کے شرکاء کے اظہار خیال کے بعد محترمہ مہرین خان نے سیمینار میں شریک حاضرین کو سوالات کرنے کی دعوت دی۔

ہم کہاں کھڑے ہیں

شہری سی بی ای گزشتہ پندرہ برسوں سے کراچی شہر میں اراضی کے استعمال میں ہونے والی قانون، قواعد وضوابط کی خلاف ورزیوں کے خلاف کام کر رہی ہے۔ شہری سی بی ای کراچی کے موجودہ رہائشی اور تجارتی ضروریات کے لئے شہر کے طبعی اور فطری ماحول پر منفی اثرات ڈالے بغیر ترقی قوانین اور قواعد میں مناسب ترامیم کرنے کے لئے سہولتیں فراہم کرتی ہے۔ اس ضمن میں شہری نے سیمیناروں، ورکشاپس، مطبوعات اور آگہی مہموں کے ذریعے عوام شہری منصوبہ بندی، اراضی کے استعمال کے قواعد وضوابط کی خلاف ورزیوں کے ارتکاب کے بارے میں عوام کو آگہی اور معلومات فراہم کرنے کی کوششیں کی۔ شہر بھر کے متعلقہ شہریوں کے تعاون سے شہری سی بی اے کے اراکین کی مسلسل کوششوں کے باعث زیادہ وقت کامیابی حاصل کی جا چکی ہے۔ کراچی بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی کی کارکردگی کی نگرانی کرنے کے لئے سندھ بلڈنگ کنٹرول آرڈیننس 1979ء کی دفعہ (سیکشن B-4) کے تحت حکومت اور شہری نمائندوں پر مشتمل ایک نگران کمیٹی قائم کی گئی تھی۔ تاہم کے بی سی اے نگران کمیٹی کو اپریل 2002ء میں تحلیل کر دیا گیا اور سندھ بلڈنگ کنٹرول آرڈیننس 1979ء کے تحت ایک صوابدیدی ضرورت کی حیثیت سے ابھی تک نئی کمیٹی کا تقرر نہیں کیا گیا ہے۔ کے بی سی اے کی نگران کمیٹی اپنی مدت کے دوران شہر کے باشندوں کی زندگیوں کی بہتری کے لئے اپنا حصہ ادا کرنے میں ثابت قدم رہی۔ کے بی سی اے نگران کمیٹی کی ایمانداری اور اپنے کام سے وابستگی اس حقیقت سے صاف عیاں ہوتی ہے کہ اس نے اپنی تین سالہ مدت کے دوران چالیس اجلاس منعقد کئے۔ کے بی سی اے کی نگران کمیٹی نے اس بات کو یقینی بنانے کے لئے کہ عمارتیں صرف کے بی سی اے کے منظور شدہ منصوبوں کے مطابق ہی تعمیر ہوں، بڑی تعداد میں تفصیلی مشاہدے کئے اور پالیسی مرتب کی۔ حالیہ اقدامات نے ایک بار پھر سنگین خدشات کو پیدا کر دیا ہے مثلاً کراچی کے زمینی انتظام کے مستقبل کا فیصلہ کون کرے گا۔ رائج قوانین بشمول۔

- سندھ ٹاؤن پلاننگ ایکٹ 1915ء۔
- صدارتی حکم نمبر 5 – 1957ء۔
- سندھ بلڈنگ کنٹرول آرڈیننس 1979ء قوانین۔

زمینی استعمال کی منصوبہ بندی اور تبدیلی کے بارے میں تفصیلی طریقہ ہائے کار بتاتے ہیں۔ گزشتہ کئی برسوں سے شہر کا زمینی منظر نامہ ایڈہاک تبدیلیاں، من مانے/ ماورائی فیصلے، سرکاری حکم ناموں کے طریق ہائے کار سے پہلو تہی، قواعد کی بدعنوان ترقی اور کچی آبادیوں کے پھیلاؤ کی وجہ سے تباہ و برباد ہو گیا ہے۔ سڑکوں کو تجارتی بنانے کا اعلان اس ناقص پالیسی کی ایک زندہ مثال ہے۔ کے بی سی اے کی ریگولیٹری اپیل کمیٹی نے حال ہی میں شاہراہ فیصل اور آئی آئی چندریگر روڈ پر بلند عمارتوں کے لئے بطور راہداری کے استعمال کی تجویز دی ہے جو تجارتی فیتہ ہے۔ ان اقدامات نے شہری سماج میں سنگین بحث میں اضافہ کیا ہے۔ فیصلہ کرتے وقت ان تجاویز کی نامناسب شمولیت نہیں ہونی چاہئے۔ یہاں شہریوں کی غیر تسلی بخش شمولیت کے بغیر استحقاقی فیصلہ کردہ شفافیت طریقہ کار اور میکانیت میں ایک سنگین مسئلہ رہا ہے۔

شہری سی بی ای کی جنرل سیکریٹری محترمہ امبر علی بھائی نے وضاحت کی کہ کے بی سی اے کے چیئرمین کو پینل میں شرکت کی دعوت دی گئی تھی، تاہم نہ تو چیئرمین اور نہ ہی کے بی سی اے کے کسی نمائندے نے سیمینار میں شریک ہونے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔

جناب نورالدین نے مطالبہ کیا کہ ماسٹر پلان 2000 کو جلد از جلد مشتہر کیا جائے۔ ڈاکٹر گردیزی نے اس میں اضافہ کرتے ہوئے کہا کہ پلان پر عملدرآمد کی ضرورت کو بھی یقینی بنایا جائے۔

برطانوی نوآبادیاتی حکمرانوں نے بھی خود کو تصور پرست ثابت کیا اور مختلف منصوبے جو انھوں نے پایہ تکمیل تک پہنچائے مثلاً ایم اے جناح روڈ وغیرہ اُن کی دوراندیشی کی نشاندھی کرتے ھیں

معروف ماہر تعمیرات جناب عارف حسن نے کہا کہ کراچی غالباً دنیا کا سب سے زیادہ منصوبہ بند شہر تھا۔ تاہم یہاں ہر سال تقریباً پچاس ہزار رہائشی یونٹوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہاں خدمات کے شعبے میں کوئی منصوبہ بندی نہیں ہے۔

جناب حسن کے خیال میں تمام ذیلی قوانین/ضوابط پر نظرثانی اشد ضروری ہے۔ صحت، تعلیم اور صنعت جیسے شعبے ان ذیلی قوانین اور ضوابط کے زمرے میں نہیں آتے۔

جناب آفتاب قریشی نے کہا کہ مقامی حکومت کو منصوبہ بندی کرنے کا اختیار ہونا چاہئے۔ پروفیسر نعمان احمد نے تجویز کیا کہ شہر میں سرگرم عمل مختلف مفادی گروہوں کی طلب اور ضروریات کی حیثیت کا تعین کرنے کے لئے دستاویز بندی ہونی چاہئے۔ اس کے

کراچی میں زمینی استعمال کے متعلق چند بنیادی حقائق

1- کراچی میں زمین کی ملکیت

سیکٹر	زیرانتظام/زیرملکیت زمین کی فیصد
حکومت/سرکاری شعبہ	86.74 فیصد
رسمی نجی شعبہ	6.50 فیصد
غیر رسمی نجی شعبہ	3.05 فیصد
کوآپریٹو	3.70 فیصد

2- کراچی ترقیاتی پلان 2000-1986ء کے لئے کئے گئے زمینی استعمال کے سروے کے مطابق کل شہری زمین کا 60.5 فیصد خالی پڑا ہے۔ یہ اراضی 4.8 فیصد ترقیاتی کام کی تکمیل شدہ اراضی، ترقیاتی کام کے لئے منظورشدہ 17.1 فیصد اور 38.6 فیصد دیگر اراضی (ماسوا زرعی، سیلابی میدان اور آبی اداروں کے) پر مشتمل ہے۔ اراضی کے اس بڑے رقبے کی وجہ سے مختلف مفاد پرست گروہوں کی جانب سے زمین پر تجاوزات کے قیام یا اراضی کے استعمال میں تبدیلی کے خطرات کی نشاندہی ہوتی ہے۔

3- 1986ء کے سروے کے مطابق 380018 پلاٹ خالی پڑے تھے۔ یہ پلاٹ موجودہ آبادی کے نصف تقریباً 51 لاکھ نفوس کی رہائشی ضروریات پورے کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اس سے ایک موثر زمینی استعمال کی منتظمہ کی شدید ضرورت کی نشاندہی ہوتی ہے۔

4- موجودہ زمینی استعمال (سروے 1986)

کل زمین	180863 ہیکٹر
زمینی	9783 ہیکٹر
تجارتی	493 ہیکٹر
صنعتی و دیگر	3812 ہیکٹر
تعلیم اور صحت	769 ہیکٹر
سڑکوں کی تصحیح	13792 ہیکٹر
رفاہ عامہ	2155 ہیکٹر
تفریحی	1429 ہیکٹر
دیگر سہولیات	613 ہیکٹر
کل ترقی یافتہ اراضی	32,849 ہیکٹر

5- کراچی میں اراضی کا کنٹرول 1988ء

کراچی ڈیولپمنٹ اتھارٹی	29.3 فیصد
کنٹونمنٹ بورڈ	4.4 فیصد
کراچی میونسپل کارپوریشن	5.7 فیصد
ڈیفنس سوسائٹی	3.9 فیصد
اسٹیل ملز	4.6 فیصد
پورٹ قاسم	3.0
پورٹ ٹرسٹ	3.6 فیصد
ریلویز	0.7 فیصد
پرائیویٹ	6.5 فیصد
حکومت سندھ	32.4 فیصد
حکومت پاکستان	1.0 فیصد
کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹیز	3.7 فیصد
سندھ انڈسٹریل ٹریڈ اسٹیٹ	1.3 فیصد
کل	100 فیصد

علاوہ شہر میں اراضی کے انتظام سے متعلق تمام معلومات/ریکارڈز تک لوگوں کی رسائی ممکن بنانا بہت ضروری ہے۔

جناب نعمان احمد نے کہا کہ منصوبہ بندی کے عمل کے لئے ضروری ہے کہ ظالمانہ اور قانون استحقاق کے تحت دیئے گئے اختیارات کو ختم کردینا چاہئے۔ انہوں نے مطلع کیا کہ 93-1985ء کے درمیان حکومتوں نے اربوں روپے کی سرکاری زمین خیرات کردی۔ انہوں نے مزید کہا کہ منصوبہ بندی غیر ملکی ماہرین کی خدمت حاصل کئے بغیر مقامی طور پر کی جانی چاہئے۔

مذاکرہ کے شرکاء

شہری کے رکن جناب رونالڈ ڈی سوزا نے کہا کہ 1985ء سے اب تک شہر کی 10 فیصد اراضی من پسند افراد میں بانٹی جاچکی ہے اور جسے اب باقاعدہ بنایا جارہا ہے انہوں نے کہا کہ یہ کراچی کے شہریوں کے ساتھ بہت بڑا ظلم ہے۔ جناب عیسٰی نے کہا کہ حکومت نے عوام کی فلاح و بہبود کی دیکھ بھال کرنے کے بجائے ٹیکس جمع کرنے کے محکمہ کی طرح کام کرنا شروع کردیا ہے۔

آباد کی نمائندگی کرتے ہوئے جناب فاروق الزماں نے کہا کہ پی ای سی ایچ ایس میں کثیر المنزلہ علاقوں کی طرح کے منصوبے بڑھتی ہوئی آبادی کی ضروریات پوری کرنے کے لئے ناگزیر ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اس قسم کے زون شہر کے مضافات میں قائم نہیں ہونے چاہئیں بلکہ انہیں شہر کے مرکزی اور گنجان علاقوں میں بنانا چاہئے۔

آخر میں محترمہ مہرین خان نے بحث کو سمیٹتے ہوئے شہری سی بی ای کے چیئرپرسن جناب خطیب احمد کو شکریہ کے کلمات کا اظہار کرنے کی دعوت دی۔

مستقبل کا راستہ...

کراچی میں مستقبل کی منصوبہ بندی کے تناظر میں شہری سی بی ای نے چند برمحل سوالات اٹھائے ہیں اور قارئین کو تبصرہ اور تجاویز پیش کرنے کے لئے بحث میں شرکت کی دعوت دیتا ہے۔

1- کراچی کے موجودہ تعمیراتی ماحول میں موجود بے ہنگم حالات کے تناظر میں کیا یہ کہنا مناسب ہوگا کہ یہ شہر درحقیقت باقاعدہ منصوبہ بند ہے؟

2- کراچی شہر کو بد سے بدترین حالت کی طرف خاموشی سے جاتے ہوئے دیکھنے پر پیشہ ور افراد (بشمول آرکیٹیکٹ انجینئر، قانون دان اور بلڈرز وغیرہ) کیوں ذمہ دار ہیں۔

3- کراچی کے لئے ایک موزوں ماسٹر پلان کے قیام کی کامیاب کوششیں مطلوبہ نتائج حاصل کرنے میں کیوں ناکام رہیں؟

4- گزشتہ بیس سالوں کے دوران منصوبہ بندی کے لئے متعدد ایڈہاک فیصلے کئے گئے جن میں سے زیادہ تر مروجہ قانون کے خلاف تھے ان میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں۔

- کچھ سڑکوں کو تجارتی قرار دینے کا اعلان۔
- زمین کی مقرر کردہ حالت کے برخلاف اضافی منزلوں کی تعمیر کی اجازت۔
- تیکنیکی جواز یا عوامی اعتراض کے طریقہ کار کے بغیر زمینی استعمال کی تبدیلی (مثلاً رہائشی سے تجارتی میں تبدیلی)۔
- لیز شرائط کو مسترد کرنے کی وجہ سے پلاٹ تناسب میں اضافہ ہورہا ہے جس کے باعث ہوا اور روشنی کے گزرنے اور ہنگامی ضرورت کے لئے درکار لازمی کھلی جگہ کا رقبہ کم ہورہا ہے۔

5- زیادہ تر علاقوں میں جہاں اصل ٹاؤن پلاننگ اسکیمیں باقاعدہ آبادی کی گنجائش کی ضرورت کے مطابق تیار کی گئیں، شہری ضروریات (پانی، نکاسی آب، بجلی وغیرہ) کا ڈھانچہ (کوڑا کرکٹ اٹھانا، سڑکوں کی گنجائش/ٹریفک پارکنگ کی سہولیات وغیرہ) اور شہری آسائشیں (اسکول، تھانے، کھیل کے میدان، پارک وغیرہ) ناکافی اور ضرورت سے زیادہ دباؤ کا شکار ہیں۔ کیا یہ شہریوں کے پرامن زندگی گزارنے کے آئینی حق کی خلاف ورزی نہیں ہے؟ کیا ہائیکورٹ اور سپریم کورٹ کو اس معاملے میں سخت رہنما خطوط مقرر کرنے نہیں چاہئیں؟

6- سبز پٹیوں، پارکوں اور کھلی جگہوں پر تھانوں/دفاتر کا آزادانہ قیام غلط منصوبہ بندی کے نتائج کی ایک غیر معمولی مثال ہے۔ حتیٰ کہ محتسب اعلیٰ بھی اس مسئلے سے نمٹنے سے عاجز ہیں۔ زمین کا اس طرح کا غلط استعمال کیسے روکا جاسکتا ہے؟

7- حکومت کا پارکوں، کھیل کے میدانوں اور آسائشی جگہوں کی کمی کے بارے میں مناسب تعلق نہیں ہے؟ جبکہ شہری منصوبہ بندی ضوابط کھیل کے میدانوں کے پانچ فیصد اور پارکوں کے لئے پانچ فیصد جگہ مختص کرتے ہیں۔ کراچی میں مندرجہ ضرورتوں کے لئے دستیاب جگہ اس سے بہت کم ہے۔ کیا کراچی سینٹرل جیل جیسی جگہوں کو مرکزی پارک میں تبدیل نہیں کرنا چاہئے؟

8- کراچی کا شمار زلزلے کے زون میں کیا جاتا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ یہاں پر زلزلہ پروف عمارتوں کے قانون کا موثر طور پر اطلاق نہیں کیا جاتا؟ کیا ہم اس شہر میں ترکی (1990ء) یا گجرات (2001ء) جیسی بربادی دیکھنا چاہتے ہیں؟

9- بلی کے گلے میں گھنٹی۔ آپکے خیال میں اس دیوانگی میں کچھ طریقے لانے کے لئے کیا کرنا ضروری ہے؟ شہری منصوبہ بندی/ زرجہ بندی اور تعمیراتی قوانین کی موثر عملدرآمد کے لئے کیا کرنا چاہئے؟ شہر کے لئے مناسب شہری تجدیدی منصوبے اور پروگرام بنانے کے لئے کیا کرنا ضروری ہے؟

10- کیا سامنے راستہ ہے؟ متاثرہ و متعلقہ باشندے کس طرح مافیا اور مفاد پرست گروہوں (سیاسی، فوجی اور نوکر شاہی) سے نبرد آزما ہوں جو اس شہر کو تباہ کررہے ہیں؟

قانون کی بالادستی کو یقینی بنانا

اس حصے میں ہم اپنے کچھ جاری قانونی عمل اجاگر کرتے ہیں او ر عوامی مفادات کے تحفظ کو یقینی بنانے کے لئے مؤثر شہری شراکت حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں

شہری ایڈوکیسی

شہری رپورٹ

شہری سی بی ای قانون کی بالادستی اور عوامی مفادات کے تحفظ کی سمت شہریوں اور شہر کے ایک مرکزی سرکاری ادارے کے درمیان مثبت اور معنی خیز طریقہ باہمی عمل کے ایک مقدمے کو اجاگر کرتا ہے۔

شہری سی بی ای کو سرکاری اہلکاروں کو اپنے فرائض اور ذمہ داریوں سے انصاف کرنے پر متحرک کرنے کی کوششوں میں اسے شدید دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، وہیں اسے کامیابیاں بھی حاصل ہوئی ہیں۔ حال ہی میں شہری سی بی ای نے کراچی الیکٹرک سپلائی کارپوریشن کے منیجنگ ڈائریکٹر بریگیڈیئر طارق سدوزئی سے شکایت کی تھی کہ بینک الحبیب علامہ اقبال روڈ کراچی برانچ نے ایک غیر قانونی کنکشن لگایا ہوا ہے جسے فوری طور پر ہٹایا جائے۔ علاقے کے باشندے پہلے ہی عمارت کے مالک کے خلاف درجہ بندی کے قواعد وضوابط کی خلاف ورزی کرنے پر سندھ ہائیکورٹ سے اسٹے آرڈر حاصل کر چکے ہیں (ہائیکورٹ اپیل نمبر 264/2002) کے ای ایس سی کی انتظامیہ نے شہری سی بی ای کی شکایت پر فوری عمل کیا اور 26 اکتوبر 2002ء کو غیر قانونی کنکشن منقطع کر دیا گیا۔ بعدازاں کے ای ایس سی کو یہ بھی معلوم ہوا کہ عمارت کے مالکان میٹر نمبر AL-23687 سے ایک فاضل کنکشن کو بھی استعمال کر رہے تھے۔ یہ میٹر ان دو مستقل میٹروں میں سے تھا جو بنگلہ پر رہائشی استعمال کے لئے نصب کئے گئے تھے جس پر کثیر منزلہ تجارتی عمارت تعمیر کی جا چکی ہے۔ اس میٹر کو بھی 14 نومبر 2002 کو منقطع کر دیا گیا۔ شہری سی بی ای بلاک-2 پی ای سی ایچ ایس کے باشندوں کی طرف سے کے ای ایس سی اور اس کی موجودہ اعلیٰ انتظامیہ خصوصاً بریگیڈیئر طارق سدوزئی، منیجنگ ڈائریکٹر کے ای ایس سی، جناب عمر خٹک چیف انجینئر ڈسٹری بیوشن کے ای ایس سی اور جناب علی رضا ایگزیکٹو انجینئر پی ای سی ایچ ایس کی کارکردگی اور شفافیت کو سراہتا ہے اور اسے اجاگر کرنا پسند کرتا ہے۔ اس بات پر زور دینا بہت ضروری ہے کہ ہر شعبے میں اچھے لوگ بھی ہیں جو اپنا کام لگن اور دیانتداری سے انجام دے رہے ہیں۔ یہ ایسی حقیقت ہے جس کو سراہا جانا اور حمایت کرنا ضروری ہے۔

November 22, 2002

- Honorable Governor of Sindh
- Chief Secretary of Sindh
- I.G. Police Sindh
- Chief Controller of Building, KBCA
- Nazim, City District Government Karachi
- DCO, City District Government Karachi
- Nazim, Jamshed Town
- CPLC-Central Reporting Cell

Re: Illegal use of heavy duty Generators by Bank Al-Habib
Plot No. 86/S/2, Allama Iqbal Road, P.E.C.H.S. Karachi

Dear Sirs,

We the undersigned residents strongly object to the illegal use of two heavy duty generators placed in the basement and in the arcade by Bank Al-Habib in Plot No. 86/S/2, PECHS. Both these generators are used throughout the day and night. This makes it impossible for us to sleep or work due to the noise and smoke which has become a source of nuisance for the residents. It is for this reason that we the residents are/were vehemently opposed to the commercialization of this residential plot and urge the authorities to take immediate steps and put a stop to this destruction of our environment.

Sincerely,

Residents of Block-2 P.E.C.H.S.

#	Name	Address	Signature
1	[illegible]	[illegible]	[illegible]
2	[illegible]	[illegible]	[illegible]
3	[illegible]	[illegible]	[illegible]
4	[illegible]	[illegible]	[illegible]
5	[illegible]	[illegible]	[illegible]
6	[illegible]	[illegible]	[illegible]
7	[illegible]	[illegible]	[illegible]

کے ٹی سی کے پلاٹوں کا تحفظ

شہر کراچی کے عزیز دوستو

جناب اردشیر کاؤس جی۔ آرکیٹیکٹ عارف حسن۔ آرکیٹیکٹ سلیم تھارپانی۔ جناب ناظم حاجی۔ محترمہ وکٹوریہ ڈی سوزا۔ انجینئر علیم خان۔ آرکیٹیکٹ حبیب فدا علی۔ آرکیٹیکٹ ارشد عبداللہ۔ آرکیٹیکٹ حسین لوتیا۔ انجینئر عدنان اسد۔ آرکیٹیکٹ محبوب اسد خان۔ پروفیسر محمد نعمان۔ ڈاکٹر مروین حسین۔ جناب محمد عمر لاسی۔ جناب حمید میکر۔ محترمہ سارا صدیقی۔ جناب عبدالروف عیسٰی۔ ڈاکٹر زعیمہ علوی احمد۔ جناب اعجاز احمد جعلیپوتو۔ جناب عبدالحق۔ جناب حیدر خان۔ جناب زاہد فاروق۔ جناب محمد رفیق۔ جناب محمد قیوم خان۔ جناب محمد مصطفٰی۔ جناب عبدالقیوم۔ جناب سید اطہر عباس رضوی۔

ہم آپ کے ممنون ہیں۔

New terminals for inter-city buses planned

KARACHI: The transport and communication department of city government has prepared a plan whereby terminals will be constructed for inter-city buses going from the metropolis to various other cities of Sindh province.

In the first phase, these terminals will be constructed in the depots of defunct KTC with the cooperation of Sindh govt, private companies and syndicates while in the second phase these will be constructed on highways.

This was stated by EDO Transport, Dr Tahir Soomro at an inter-city terminal review meeting on Thursday.

Initially terminals will be built at KTC Malir, Model Colony, Manghopir Road, Orangi Depots, Khayaban-e-Chishti, North Nazimabad and Gulistan-e-Jauhar. Later, terminals will be constructed at Super Highway, National and RCD highways.

Chairman Transport Committee, Hafiz Ali said a delegation of Sindh-Balauchistan Bus Owners Association had met him and assured that transporters of Balauchistan were prepared to shift to Manghopir Depot while transporters of NWFP had also shown willingness to shift to Orangi Depot. City Nazim would soon convene meeting for this, he said.

Ali observed that the new terminals would reduce traffic load on roads and streets of the city. -APP

1997ء میں آپ نے کراچی ٹرانسپورٹ کارپوریشن کے زیر استعمال گیارہ پلاٹوں کو بچانے کی 'شہری' کی مہم میں شرکت کی تھی۔ حکومت سندھ ان پلاٹوں کو غیر قانونی طور پر تجارتی بنا رہی تھی۔ سندھ ہائیکورٹ میں دائر ایک مقدمہ سی پی 972/97 میں آپ مدعی تھے۔ جہاں ہم نے اس غیر قانونی تبدیلی اور فروخت کے خلاف حکم امتناعی حاصل کرلیا۔ شہری حکومت نے ان پلاٹوں کو بین الشہر اور بین الصوبائی بسوں کے اڈے کے طور پر استعمال کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ شہر کراچی آپ کو ہدیہ تہنیت پیش کرتا ہے۔

عمل کب ہوگا......

پی ای سی ایچ ایس کراچی کے پلاٹ نمبر 6/A-50 پر نرسری شاپنگ مال کے لئے کے بی سی اے کی غیر قانونی منظوری

ہم نے ذمہ دار حکام سے کے بی سی اے کے متعلقہ عملے کے خلاف محکمہ جاتی اور تادیبی کارروائی کرنے کا مطالبہ کیا ہے جنہوں نے:

- ایک تجارتی پلاٹ نمبر 6/A-50، رقبہ 600 مربع گز کو بغیر کسی تیکنیکی جواز یا پبلک نوٹس طریقہ کار کے ابتداً تجارتی میں تبدیل کردیا۔
- ایک تجارتی پلاٹ نمبر 6/A-50، رقبہ 600 مربع گز اور ایک رہائشی پلاٹ نمبر 6/B-50، رقبہ 600 مربع گز کو مدغم کرکے ایک نام نہاد 1200 گز کا پلاٹ 6/A-50 تشکیل دیا۔
- دو پلاٹوں کو 957 مربع گز کی حد سے تجاوز کرکے ایک پلاٹ کی صورت میں ادغام کیا۔
- تیکنیکی جواز یا پبلک نوٹس طریقہ کار کے بغیر ادغام کے نتیجہ میں بننے والے دو غلے پلاٹ کو تجارتی میں تبدیل کیا۔

ہم کے بی سی اے ٹی پی اور زون کے حکام کے خلاف اسی طرح کی کارروائی کرنے کی درخواست کرتے ہیں جنہوں نے بیشتر خلاف ورزیوں کے باوجود عمارتی نقشوں کی منظوری دی۔ ان خلاف ورزیوں میں مندرجہ ذیل شامل ہیں۔

- غیر تصحیح شدہ/زیر تخمینہ تعمیراتی رقبہ (بشمول غلط کوتیاں)۔
- 1:4 پلاٹ تناسب کی منظوری جبکہ ضوابط 1979ء (اور ضوابط 2002ء) میں صرف 1:3 تناسب کی اجازت دی گئی ہے۔
- ناقابل عمل بیسمنٹ پارکنگ نقشہ۔
- 200 فٹ کھلی سڑک پر 21x16x12 رقبہ کے ای ایس سی سب اسٹیشن کی عدم فراہمی۔
- جمع کرائے گئے کلی طور پر غلط نقشہ جات۔
- پبلک اسٹریٹ کی جانب بالکونیوں کی تعمیر۔
- متعلقہ محکمہ کی اجازت یا مقررہ فیس کی ادائیگی کے بغیر۔
- 7 میٹر کی لمبائی سے متجاوز تعمیر۔
- 120 سینٹی میٹر کی چوڑائی سے متجاوز تعمیر۔

مندرجہ بالا غیر قانونی تعمیر کرنے اور سرمایہ کاری کرنے پر بلڈرز کے خلاف بھی تادیبی کارروائی ضروری کی جائے۔

پہاڑی علاقوں میں سرگرم عمل غیرسرکاری تنظیموں کی کوششوں سے چترال میں خوش آئند تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں، ان میں آغاخان فاؤنڈیشن سرفہرست ہے

کرسٹوفر ندیم

چترالی باشندوں کی زندگی تغیر پذیر نظر آنے لگی ہے

چترال میں سب سے زیادہ سرگرم اور فعال این جی او آغاخان فاؤنڈیشن ہے جو علاقے میں 160 اسکول چلا رہی ہے

فیچر

مشہور ہندوکش پہاڑی سلسلے میں چترال ندی کے کنارے کے ساتھ ایک چھوٹا سا گاؤں موگھ واقع ہے۔ اخروٹ اور شہتوت کے گھنے درختوں میں چھپے گارے اور پتھر سے بنے ہوئے 70 گھروں میں 750 لوگ آباد ہیں۔ بہرحال یہ دور دراز اور پہاڑوں پر آباد تنہا کمیونٹی کی تصویر نہیں ہے جو جدید دنیا کے دہانے پر آباد ہے۔ ہوسکتا ہے کہ موگھ گاؤں باہر کی اکثر دنیا سے چھپا ہوا ہو، لیکن پاکستان کے چترال ضلع کی باقی برادریوں کے ساتھ موگھ کی آبادی نئے روڈ، مواصلاتی سہولیات، تعلیم اور دوسرے ترقیاتی منصوبوں کے ذریعے زیادہ معاشرتی، معاشی اور ثقافتی تبدیلیاں محسوس کر رہی ہے۔ یہ تبدیلیاں پہاڑوں میں آباد لوگوں کی مخصوص قدیم روایات اور جدید تقاضوں کے درمیان ایک تضاد کا بیج بونے میں مددگار ثابت ہوں گی۔ اس حوالے سے عورتوں کی زندگی میں ایک پریشانی واضح طور پر دیکھنے میں آتی ہے۔

قدیم روایات اور جدیدیت میں یہ تضاد موگھ آنے والے لوگ واضح طور پر دیکھ سکتے ہیں۔ 80 سالہ فجور، موگھ کی سب سے بڑی عمر کی خاتون ہے۔ وہ اپنے گھر کے برآمدے میں فارغ بیٹھی رہتی ہے، جبکہ ان کی 45 سالہ بہو سعیدہ انیسہ اپنے خاندانی اون کاتنے والے چرخے پر اون کات رہی ہے۔ گاؤں کے دوسرے بزرگ لوگوں کی مانند فجور بھی کہتی ہے کہ ان کی زندگی کے ناقابل تنسیخ پہلو بھی تبدیل ہوگئے ہیں۔

''میں نے اپنا بچپن اور جوانی کا زیادہ عرصہ کھیتوں میں کام کرتے اور مویشیوں کے پیچھے چلتے ہوئے گزارا ہے۔ میں دوسری عورتوں کے ساتھ جنگلات میں لکڑی کاٹنے جاتی تھی۔'' اپنا ماضی یاد کرتے ہوئے فجور کہتی ہے کہ وہ اپنے خاندان کے لئے روایتی اون کا کپڑا ''شو'' بناتی تھی، لیکن اب ضروری نہیں ہے کہ موگھ کی جوان عورتیں مویشیوں کے پیچھے جانا پسند کرتی ہوں۔ ایک زمانے میں یہ گھر کی بڑی عورتوں اور لڑکیوں کے لئے بڑی ذمہ داری کا کام ہوا کرتا تھا، لیکن آج کے دور میں ایسی کم خواتین ہوں گی جو مویشیوں کو چرانے جاتی ہوں گی۔ لڑکیوں سمیت بچے اسکول چلے جاتے ہیں اور عورتیں ملازمت کرنے لگی ہیں۔

چند سالوں کے دوران پہاڑی علاقوں

> **چترال میں عورتوں کی تعلیمی شرح صرف 30 فیصد ہے، لیکن اب اس تعداد میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے**

میں کام کرنے والی غیرسرکاری تنظیموں کی کوششوں سے چترال میں تعلیمی سرگرمیوں کے حوالے سے نمایاں تبدیلی آئی ہے۔ ان غیرسرکاری تنظیموں میں سب سے زیادہ سرگرم اور فعال بین الاقوامی این جی او آغاخان فاؤنڈیشن ہے جو علاقے میں 160 اسکول چلا رہی ہے۔ جن میں سے 151 اسکول لڑکیوں کے لئے ہیں۔ اس کے علاوہ 700 سرکاری پرائمری اسکول ہیں۔ جبکہ 50 سے زائد لڑکوں کے لئے اور پانچ لڑکیوں کے لئے ہائی اسکول ہیں اور تین کالج موجود ہیں جن میں سے ایک خواتین کے لئے ہے۔ حکومت کی طرف سے 16 کمیونٹی اسکول اور 40 پرائیویٹ اسکول موجود ہیں۔

موگھ کی دو بچوں کی ماں صابرہ بی بی نہیں چاہتی کہ وہ بکریوں کے پیچھے دوڑے۔ وہ مسکراتے ہوئے کہتی ہیں کہ ''میں اس کے بجائے اسکول میں کرسی پر بیٹھ کر بچوں کو پڑھاؤں گی۔ جہاں تک جلانے کی لکڑیوں کا تعلق ہے تو وہ گاؤں کی دکان سے خرید لیں گے۔'' یہ مختلف پہلوؤں کا پیچیدہ جال لوگوں کی زندگیوں میں تبدیلیاں لا رہا ہے اور ان کی خواہشات کو بڑھا رہا ہے۔ ایک تو چترال ضلع میں تعلیم کی شرح تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ حکومت کی طرف سے گزشتہ 1998ء میں ہونے والی مردم شماری کے مطابق چترال ضلع

میں تعلیم کی شرح 48 فیصد تھی۔ عورتوں کی تعلیمی شرح صرف 23 فیصد تھی جو لڑکوں کے مقابلے میں کم ہے۔ کیونکہ لڑکوں میں تعلیمی شرح 54 فیصد ہے، لیکن اب یہ تعداد تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ عورتوں کی توقعات بھی بڑھ رہی ہیں اور وہ زندگی میں پہلی بار روزگار کے مواقع تلاش کر رہی ہیں۔ تیزی سے مزید راستوں کی تعمیر اور سیٹلائٹ ٹیلی ویژن آنے کے بعد اب یہ نہیں کہا جاسکتا کہ چترال کی پہاڑی کمیونٹیز اب بھی دور دراز علاقوں میں رہتی ہیں جیسا کہ وہ آج سے 20 سال پہلے تھیں۔ چترال میں باہر کی دنیا کا انکشاف اور سہولتیں ایک نئی حقیقت ہے کہ گاؤں میں بجلی آتے ہی ٹیلی ویژن بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ دور دراز وادی میں جہاں پاکستان ٹیلی ویژن کے سگنل کمزور ہیں وہاں لوگ سیٹلائٹ ریسیور کا بندوبست کر لیتے ہیں۔ موگھ کو روزانہ تین گھنٹے بجلی ملتی ہے جبکہ اس چھوٹے سے گاؤں میں تین سیٹلائٹ ڈشز موجود ہیں۔

ایک اور پہلو مردوں کی موسمی ہجرت ہے جو ہوسکتا ہے کہ عورتوں کے تجربات کو جدت بخشتے ہوں۔ دنیا کے دوسرے پہاڑی علاقوں کی طرح چترال میں بھی کاشت کے لئے زمین کی کمی کی وجہ سے مرد بڑی تعداد میں ہجرت کرتے ہیں، گوکہ ہجرت کے حوالے سے کوئی حتمی اعداد و شمار نہیں ہے پھر بھی مقامی ترقیاتی ماہر سمجھتے ہیں کہ اس ضلع کے کچھ علاقوں سے 40 فیصد مرد سردی کے موسم میں روزگار کی تلاش میں اپنے گھر چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ کچھ لوگ پاکستان کے دوسرے میدانی علاقوں کی طرف اور کچھ روزگار کی خاطر مشرق وسطیٰ کے ممالک کی طرف رخ کرتے ہیں۔ ماضی میں بھی ماہروں نے مردوں کی ہجرت کے رجحان کو محسوس کیا تھا جو کہیں بھی روزگار حاصل نہیں کرسکتے تھے، لیکن حالیہ شواہد بتاتے ہیں کہ موسمی ہجرت ایک مضبوط رجحان ہے۔

دنیا بھر کے دیگر پہاڑی علاقوں کی طرح چترال میں کاشتکاری کے لئے زمین کی کمی کی وجہ سے مرد بڑی تعداد میں ہجرت کرتے ہیں، گوکہ ہجرت کے حوالے سے کوئی حتمی اعدادوشمار نہیں ہے پھر بھی مقامی، ترقیاتی ماہرین کا خیال ہے کہ اس ضلع کے کچھ علاقوں سے چالیس فیصد مرد سردی کے موسم میں روزگار کی تلاش میں اپنے گھر چھوڑ کر چلے جاتے ہیں

چترال ضلع کی وسیع اراضی میں آباد گاؤں کے ہر تیسرے خاندان کا ایک فرد گھر سے دور کام کرتا ہے۔ بہرحال یہ واضح نہیں ہے کہ کون سا امر عورتوں کی زندگیوں میں تبدیلی کا ذمہ دار ہے۔ اکثر عورتوں کا کہنا ہے کہ مردوں کی غیر موجودگی میں عورتیں ہی ہیں جن کو گھر چلانے کے سلسلے میں سارے فیصلے کرنے ہوتے ہیں۔ اس طرح کچھ مقامی لوگوں کا کہنا ہے کہ موسمی ہجرت عورتوں پر زیادہ بوجھ ڈال دیتی ہے۔ لیکن جب پیسے کا معاملہ اٹکتا ہے تو ایسے فیصلے مردوں کے لئے ہی چھوڑے جاتے ہیں۔

دروش شہر کے ایک سرگرم کارکن سرتاج قادر کا کہنا ہے کہ ''اس حقیقت کے باوجود کہ عورتیں بھی مرد کی طرح خاندان کو چلانے کے لئے اپنی کمائی کا حصہ دیتی ہیں، پیسے کے متعلق ہر فیصلے کا اختیار صرف مردوں کو حاصل ہے۔ ایسے خاندانوں میں جہاں عورتیں اس روایت کے خلاف مزاحمت کرتی ہیں وہاں یہ تضاد مزید بڑھتا ہے۔ حال ہی میں صرف چند مہینے پہلے جب ایک اسکول کی طالبہ روبینہ بی بی کے والدین نے بیٹی کو اپنی پسند کے لڑکے سے شادی کرنے سے روکا تو اس نے والدین کی خواہش پوری کرنے کے بجائے ندی میں کود کر خودکشی کرنے کو ترجیح دی۔'' ضلع کے ایک سینئر پولیس افسر فضل الٰہی کا کہنا ہے کہ ''چترال میں خودکشی کرنے والوں کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ بہرحال یہ ایک نئی صورتحال ہے کہ خودکشی کرنے والوں کی اکثریت نوجوانوں کی ہے۔''

آغا خان رورل سپورٹ پروگرام کی جنس اور ترقیات کی ماہر شکیلہ بی بی نے بتایا کہ اکثر تعلیم یافتہ نوجوان عورتوں نے اپنے والدین کی طرف سے تھوپے جانے والے رشتوں کے خلاف مزاحمت شروع کردی ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ یہ تضاد مستقبل میں مزید بڑھ جائے گا، کیونکہ زیادہ تر عورتیں تعلیم کی طرف راغب ہو رہی ہیں۔ 140 عورتیں پہلے ہی مقامی حکومت کے اداروں کے انتخابات میں منتخب ہوچکی ہیں۔ اس تنظیم کے ایک ڈیولپمنٹ اکانومسٹ شہزاد علی حیدر کا کہنا ہے کہ بالآخر یہ تضاد مزید بڑھنا ہے، کیونکہ خاندانوں میں عورتوں کی قیادت کا رجحان پیدا ہو رہا ہے اور گھر کے تمام معاملات میں فیصلے کا اختیار اب ان کے پاس آرہا ہے۔ نوکری حاصل کرنے کے مواقع کا انحصار صرف تعلیم پر نہیں۔ اکثر عورتوں نے حال ہی میں شروع ہونے والے ترقیاتی، صحت اور تعلیمی شعبوں میں کام کرنا شروع کردیا ہے۔ خواتین کی ایک بڑی تعداد روایتی ہنروں سے آمدنی حاصل کررہی ہے۔

ترقیات میں تحقیق کرنے والے ایک مقامی ماہر احسان الحق نے ''ایمپاورمنٹ اور ری پروڈکٹو رائٹس'' کی طرف نشاندہی کرتے ہوئے کہا کہ چترال کے لوگوں میں بڑھتے ہوئے شعور اور تعلیم کی وجہ سے وہ خاندانی منصوبہ بندی کے حوالے سے باخبر ہیں۔ کچھ مقامی لوگوں نے ایک اور رجحان کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ صوبہ سرحد، جس کا چترال ایک حصہ ہے، میں جہادی گروپس حاوی ہوگئے ہیں۔ یہ گروپ علاقے میں کام کرنے والی غیر سرکاری تنظیموں اور عورتوں کی نوکریوں کے خلاف ہیں۔ گزشتہ سال قانون ساز اسمبلی کے انتخابات میں جہادی تنظیموں کے اتحاد نے صوبہ سرحد میں اکثریتی نشستیں جیت لی تھیں۔ صوبہ سرحد کے وزیراعلیٰ اکرم درانی کے حوالے سے امریکہ کے معروف اخبار نیویارک ٹائمز نے لکھا کہ وزارت اعلیٰ کا حلف لینے کے چند ہی ہفتوں بعد انہوں نے کہا کہ ''اسلامی نظام لانا ہماری اولین ترجیح ہے اور ہم اسلامی نظام کے مطابق ہی قوانین بنائیں گے''۔

(آئی پی سی/ پانوس سنڈیکیٹ)

کثیر المنزلہ عمارتوں کی اجازت دینے کے ضمن میں بڑے پیمانے پر بدعنوانیاں کی گئیں، مرکزی کلفٹن روڈ پر گلاس ٹاورز اس کی ایک زندہ مثال ہے

گلاس ٹاورز... سیمرغ پھر زندہ ہو رہا ہے

گلاس ٹاورز پروجیکٹ نے قانون کی حکمرانی کا مذاق اڑانا اپنا وطیرہ بنا رکھا ھے۔ اس خصوصی رپورٹ میں شہری سی بی ای نے قانون کے تقدس کی حفاظت کے ضمن میں شہریوں کی کوششوں کا ذکر کرتے ہوئے مطالبہ کیا ھے کہ انصاف کے تقاضے پورے کئے جائیں۔

شہری منظرنامہ

شہری رپورٹ

کلفٹن روڈ کے سامنے 6344 مربع گز کے ایک پلاٹ 2/ایف ٹی-3 فریئر ٹاؤن کوارٹرز پر تجارتی پروجیکٹ گلاس ٹاورز کی تعمیر جاری ہے۔ مذکورہ پلاٹ کو غیر قانونی طور پر تجارتی حیثیت میں تبدیل کیا گیا ہے اور بعدازاں کراچی بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی اور حکومت سندھ نے کثیر المنزلہ تجارتی عمارت کی تعمیر کی منظوری دی تھی جس میں پارکنگ کے لئے بیسمنٹ میں 170,580 مربع فٹ پر مشتمل تعمیری رقبہ بھی منظور کیا گیا تھا۔ 25 جنوری 1996ء کو بلڈرز نے کے بی سی اے کی ملی بھگت سے اپنی جاری غیر قانونی تعمیر کو تحفظ دینے کے لئے ایک عارضی حکمنامہ حاصل کرنے کے واحد غیر قانونی مقصد کے تحت سندھ ہائیکورٹ میں ایک بیہودہ اور تکلیف دہ مقدمہ 55/96 دائر کیا۔ 28 جنوری 1996ء کو سندھ ہائیکورٹ نے حکم جاری کیا کہ مدعی کے خلاف کوئی مخالفانہ کارروائی نہیں کی جائے۔ مذکورہ حکم تین سال سے زائد عرصے تک برقرار رہا جس کی وجہ سے بلڈرز نے اپنی غیر قانونی تعمیر جاری رکھی۔ 5 اگست 1996ء کو کراچی کے گیارہ شہریوں نے غیر قانونی تعمیر کے خلاف آئینی درخواست ڈی۔1280/96 دائر کی۔

7 جنوری 1996ء گورنر سندھ نے صوبائی اسمبلی تحلیل کردی جس کا بڑا سبب یہ بتایا گیا کہ حکومت کے مختلف اداروں میں بدعنوانی جڑ پکڑ چکی تھی۔ اسمبلی کی تحلیل کے حکمنامے میں بتایا گیا۔ ''کثیر المنزلہ عمارتوں کی اجازت دینے کے ضمن میں بھی بڑے پیمانے پر بدعنوانیاں کی گئی ہیں۔ مرکزی کلفٹن روڈ پر گلاس ٹاور اس کی زندہ مثال ہے جو شہری منصوبہ بندی کے اصولوں کے خلاف تھا اور ٹریفک میں رکاوٹ کا سبب بن چکا تھا۔ ادارہ ترقیات کراچی (کے ڈی اے) بدعنوانی اور نااہلی کی آماجگاہ تھا۔ شہر میں ہونے والی زیادہ تر ناجائز تعمیرات کی ذمہ داری اس پر عائد ہوتی ہے جس کی وجہ سے شہر کے بنیادی ڈھانچے کو شدید نقصانات سے دوچار ہونا پڑا ہے۔''

6 فروری 1998ء کو شہریوں کی درخواست کی سماعت کرنے والی ڈویژن بینچ نے درج ذیل فیصلہ دیا۔

''ہم لہٰذا حکم دیتے ہیں کلفٹن روڈ کے ساتھ اور سامنے متذکرہ گلاس ٹاورز کے ڈھانچے کا تعمیر کردہ ایسا حصہ عمارت کے سامنے سڑک کے مستقبل کے مجوزہ اضافے 150 فٹ چوڑائی کی راہ میں رکاوٹ ہوسکتا ہے، اسے گرادیا جائے''۔

ڈویژن بینچ نے اضافی غیر قانونی تعمیر

قوانین

وجہ بندی/شہری منصوبہ بندی اور تعمیراتی قوانین جن کا شہر کراچی میں اطلاق کیا جاتا ہے مندرجہ ذیل ہیں۔

i۔ کے ڈی اے آرڈر 1957ء (اس مضمون میں اسے آرڈر 1957 تحریر کیا گیا ہے)

ii۔ سندھ بلڈنگ کنٹرول آرڈیننس 1979ء (اس مضمون میں اسے آرڈیننس 1979 تحریر کیا گیا ہے)

iii۔ کراچی بلڈنگ اینڈ ٹاؤن پلاننگ ریگولیشنز 1979ء (یہاں انہیں ریگولیشنز 1979 لکھا گیا ہے)

iv۔ سندھ ٹاؤن پلاننگ ایکٹ 1915ء (اسے اس مضمون میں ایکٹ 1915ء درج کیا گیا ہے)

v۔ مختلف پٹے پر دینے والوں کی پٹے پر دینے/اراضی توثیق کی شرائط و دیگر شرائط کے ہمراہ ایک مخصوص رقبے کے پلاٹ پر منازل کی مخصوص تعداد اور مخصوص اراضی کی عمل مخصوص کی صراحت کرتی ہیں۔ ریگولیشنز 1979ء کے تحت پٹے پر دینے کی یہ شرائط بھی قابل اطلاق ہوتی ہیں۔

کے سوال کو بھی مسترد کر دیا اور فیصلہ دیا کہ:

''جہاں تک عمارت کی منظور شدہ پلان کے خلاف کی گئی تعمیر کے الزام کا تعلق ہے ہم اس پر کسی رائے کا اظہار کرنے کے لئے غور کرنا مناسب نہیں سمجھتے۔ اس لئے کہ یہ اس عدالت میں زیرالتوا مقدمہ نمبر 55/1996 کا ذیلی موضوع ہے''۔

عدالت عالیہ کے حکم سے شاکی فریقوں بلڈرز اور شہریوں نے سپریم کورٹ میں مخالف اپیلیں سی پی 171/98 اور سی پی 987-K/198 داخل کیں۔ سپریم کورٹ دونوں اپیلوں کو نمٹا دیا اور۔

الف: ڈویژنل بینچ کے ساعت کردہ کلفٹن روڈ پر متجاوز گلاس ٹاورز کے حصہ کو منہدم کرنے کا حکم روک دیا۔

ب: عمارت میں دیگر غیر قانونی تعمیرات کے سوال پر معزز ججوں نے فیصلہ دیا کہ ''ہمارے خیال میں مندرجہ بالا سوال کا تجزیہ کرنا ہمارے لئے صحیح نہیں ہوگا، کیونکہ اس کے لئے شہادتوں کی قلمبندی ضروری ہوگی۔ ثانیاً مندرجہ بالا اصل منظور شدہ پلان کی خلاف ورزی سے متعلق سوال کی موافقت یا مخالفت میں کسی قسم کا اظہار خیال ہائیکورٹ میں زیرالتوا مقدمے پر اثر انداز ہوگا''۔

ج: پلاٹ کو غیر قانونی طور پر تجارتی بنانے کے سوال پر کہا گیا ہے کہ ''ہمارے خیال میں اپیل کے تحت اس عدالت کا فیصلہ مداخلت نہیں کہلاتی ہے۔ پھر بھی ہم اس سادہ حقیقت کا اضافہ کرنا پسند کریں گے کہ حالات میں تبدیلی رونما ہونے کی توجیہہ کو بنیاد بنا کر مرکزی سڑک پر رہائشی پلاٹ کو تجارتی پلاٹ میں تبدیل

شہر کو مسمار کیا جا رہا ہے

کرنا کسی قانون یا عمارتی ذیلی قوانین کی خلاف ورزی کا جواز نہیں بنایا جا سکتا اور نہ ہی اسے 18/17 منزلوں پر مشتمل بلند عمارت کی اجازت دینے کے لئے جواز بنانا چاہئے۔ حکومت یا متعلقہ ادارے کو احساس ذمہ داری کے تحت علاقہ میں شہری خدمات مثلاً پانی، بجلی، گیس، نکاسی آب، گلیوں اور سڑکوں کے پھیلاؤ کی گنجائش کو مدنظر رکھتے ہوئے منزلوں کی تعداد کے سوال فیصلہ کریں اور مجوزہ عمارت کی کم سے کم منزلوں کی تعمیر کی اجازت دی جانی چاہئے جو علاقے کے باشندوں کے لئے کم سے کم تکلیف اور زحمت کا سبب بن سکے''۔

جب بیہودہ اور تکلیف دہ مقدمہ 55/95 کے مقاصد حاصل کر لئے گئے تو بلڈر نے اس میں اپنی دلچسپی بالکل ختم کر دی۔ لہٰذا 12 دسمبر 2002ء کو معزز عدالت عالیہ نے مقدمہ 55/95 عدم پیروی کی بنیاد پر خارج کر دیا لیکن متعلقہ جج نے غلطی سے تحریر کیا۔

''اس مقدمہ کو دائر کرنے کے پیچھے ابتدائی اہم اعتراضات معزز عدالت عظمٰی کی جانب سے خارج کئے جا چکے ہیں''۔

1999ء میں بلڈر نے کے ایم سی سے درجہ بندی حالات میں تبدیلی کے لئے درخواست کی اور اسے 1915ء کے ایکٹ کے احکامات کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مندرجہ ذیل غیر قانونی اجازت دے دی گئی۔

الف: پلاٹ کا تجارتی استعمال

ب: فاضل پلاٹ تناسب 1:6

ج: سڑک کی سطح سے اوپر گراؤنڈ مع چار منازل کی حد (جس کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اگر پلاٹ تناسب 1:6 کا استعمال کیا جائے۔

د: ملحقہ پلاٹ کی سمت صرف 10 فٹ لازمی کھلی جگہ جبکہ سڑک کی طرف کوئی کھلی جگہ نہیں۔ بہرحال بلڈر ان تمام خلاف ورزیوں کی جن کا مرتکب وہ پہلے ہی ہو چکا تھا کے ایم سی سے بعدازاں منظوری حاصل کرنے میں کامیاب رہا مثلاً۔

1- زمینی حالات کے تحت اجازت دیئے گئے پلاٹ تناسب 1:1 اور 1979ء کے ضوابط کے مطابق پلاٹ تناسب 1:3 سے فاضل پلاٹ تناسب میں اضافہ۔

2- تینوں سڑکوں کے اطراف میں لازمی کھلی جگہ پر تجاوزات۔

معزز عدالت عالیہ کے احکامات کے برخلاف کے بی سی اے نے سڑک کو چوڑا کرنے کا باقاعدہ منصوبہ/نقشہ تیار نہیں کیا ہے جس سے یہ ظاہر ہو سکے کہ کلفٹن روڈ کی چوڑائی 150 فٹ تک وسعت دی جائے گی۔ من مانے اور ایڈھاک بنیاد پر کئے گئے فیصلے کے تحت کے بی سی اے نے بلڈر کو عمارت کے سامنے کے غیر واضح حصے کو منہدم کرنے کا حکم دیا۔ اس حکم پر عملدرآمد کیا گیا لیکن اس کا اطلاق صرف بالائی سطح تک کیا گیا جبکہ آج بھی عمارت کا غیر قانونی زیرزمین حصہ (بیسمنٹ) مستقبل میں توسیع ہونے والے کلفٹن روڈ کے نیچے موجود ہے۔

گلاس ٹاورز کی غیرقانونی تعمیر فریئرٹاؤن کے علاقے اور کلفٹن روڈ پر تباہ کن منفی ماحولیاتی اثرات مرتب کرے گی، علاقے میں پہلے ھی بنیادی شہری سہولیات پر ضرورت سے زیادہ بوجھ ھے

سرکاری اداروں کے متعدد حکام بلڈر کے غیر قانونی طور پر تجارتی بنانے، غیر قانونی تعمیر اور کلفٹن روڈ کے محفوظ 150 فٹ روڈ پر ناجائز قبضے کے عمل میں مسلسل مدد/اعانت جرم کر رہے ہیں۔ ان افسران نے۔

1- انتدائی طریقہ ہائے کار پر عمل کئے بغیر پلاٹ کو تجارتی بنانے کا این او سی جاری کیا۔

2- انتدائی طریقہ کار کے بغیر زون بندی میں تبدیلی کی۔

3- سڑک کی توسیعی ضرورت کے تحت اعلان کردہ 150 فٹ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے عمارت کے منصوبوں کی منظوری دی۔

4- غیر قانونی طور پر کی گئی تعمیر کی حد اور نوعیت کو مخفی رکھا۔

کے ڈی اے/کے بی سی اے کے حکام کی جانب سے کئے گئے مضحکہ خیز اقدامات اور بلڈر کے ساتھ ان کی مکمل ملی بھگت اس حقیقت سے صاف عیاں ہے کہ جب کے بی سی اے 1996ء میں مقدمہ 55/66 کا دفاع کر رہا تھا (جہاں اس نے وضاحت کی تھی کہ منظور شدہ نقشوں اور عمارتی قواعد وضوابط کی خلاف ورزی کرتے ہوئے تعمیر کی گئی تھی) کے بی سی اے نے بلڈر کو غیر قانونی تعمیر دوبارہ شروع کرنے کا اجازت نامہ جاری کیا۔

اس ضمن میں متعلقہ اداروں کی جانب سے ایک اخباری بیان جاری کیا گیا جس میں حقائق کو چھپاتے ہوئے عوام کو جھوٹی یقین دہانی کرائی گئی کہ گلاس ٹاور کی تعمیر کے سلسلے میں سب ٹھیک تھا۔ مقرر کردہ پلاٹ تناسب منظور شدہ ترقیاتی اسکیم کے علاقے میں اور کسی پلاٹ پر تعمیر شدہ رقبہ کی مقدار پابند کرنے کے لئے شہری منصوبہ بندی کا اصول ہے۔ پلاٹ تناسب علاقہ میں ضروریات زندگی کی فراہمی کی استعداد (بجلی، پانی، گیس، سیوریج وغیرہ) اور انفرا اسٹرکچر (پارکنگ، روڈ، ٹریفک، کوڑا اٹھانے کا انتظام، پولیس اسٹیشن اور اسکول وغیرہ) پر بوجھ کی نشاندہی کرتا ہے۔ مروجہ قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اس غیر قانونی تجارتی تبدیلی اور عمارت کے نقشوں کی منظوری اس وقت کے وزیراعلیٰ سندھ عبداللہ شاہ اور حکومت اور کے ڈی اے/کے بی سی اے کے متعدد حکام کی بدعنوانیوں کا نتیجہ تھی۔

غیر قانونی تعمیر فریئر ٹاؤن کوارٹرز کے علاقے اور کلفٹن روڈ پر تباہ کن منفی ماحولیاتی اثرات مرتب کرے گی۔ علاقے میں پہلے ہی بجلی، پانی اور سیوریج کی سہولیات پر ضرورت سے زیادہ بوجھ ہے۔ پارکنگ اور ٹریفک کی حالت گنجان اور درہم برہم ہے۔ اس غیر قانونی زائد تعمیر شدہ تجارتی ڈھانچہ کی تعمیر شہری سہولیات کی فراہمی پر بوجھ کو مزید بڑھانے کا سبب بنے گی۔

سرکاری اہلکار مثلاً وزراء اور افسر شاہی قواعد وضوابط میں رعایت نرمی (یا منسوخ) نہیں کر سکتے۔ حکومت، کے بی سی اے اور کے ایم سی کی جانب سے گلاس ٹاور کے سلسلے میں دی گئی رعایت عوامی مفاد کے خلاف ہے۔ لہٰذا یہ اقدامات غیر قانونی/قانون سے بالاتر ہیں اور بدعنوانی کے زمرے میں آتے ہیں۔

عمارت کی تعمیر ابھی تک جاری ہے اور آرڈیننس 1979ء وضوابط 1979ء کے تحت درکار کے بی سی اے قبضہ سرٹیفکیٹ کے بغیر ناجائز قابضین کو لایا جا رہا ہے۔ قابضین کی ایک بڑی تعداد محفوظ اور صحیح تعمیر کے کسی سرٹیفکیٹ کی اجرائی کے بغیر ہی زیریں اور بالائی گراؤنڈ فلور کی سطحوں پر مقیم ہو چکی ہے۔ عمارت میں آنے والے مہمانوں اور راہگیروں کے لئے بھی ہمہ گیر امکانی خطرات موجود ہیں۔ عمارت کی تعمیر لیز/لینڈ گرانٹ شرائط، حکم نامہ 1957ء آرڈیننس

قانونی خلاف ورزیاں

عمارت کے نقشوں اور زمین کے استعمال میں تبدیلی کی منظوری دیتے ہوئے کے بی سی اے اور دیگر سرکاری اہلکاروں نے جن قانونی خلاف ورزیوں کا ارتکاب کیا وہ درج ذیل ہیں۔

1- ابتدائی تیکنیکی جواز (ضروری سہولیات، بنیادی ڈھانچہ اور شہری آسائشوں کی دستیابی) اور عوامی نوٹس کے طریقہ کار کی پیروی کئے بغیر زمین کے استعمال کی رہائشی سے تجارتی تبدیلی۔

2- فریئر ٹاؤن کوارٹرز کی منظور شدہ سائٹ ڈیولپمنٹ اسکیم کی پلاٹ پٹے پر دینے/زمینی اجازت کی شرائط کی خلاف ورزی جو صرف رہائشی استعمال کے لئے گراؤنڈ اور دو بالائی منزلوں مع پلاٹ کے 1/3 تعمیر شدہ رقبہ کی اجازت دیتی ہے۔

3- کے ای ایس سی کے سب اسٹیشن کے لئے کوئی جگہ فراہم نہیں کی گئی۔

4- کار پارکنگ کے لئے فراہم کردہ جگہوں کی غلط پیمائش/نقشہ نویسی نیز تجارتی عمارتوں میں سامان اتارنے اور چڑھانے درکار جگہوں کی عدم فراہمی۔

5- کلفٹن روڈ کی اعلان کردہ کٹ لائن پر ناجائز قبضہ سے 150 فٹ تک چوڑا کیا جاتا ہے۔

منظور شدہ منصوبوں اور قانون کی وہ خلاف ورزیاں جن کا ارتکاب بلڈر نے کیا اور جنھیں متعلقہ سرکاری حکام نے نہیں روکا، مندرجہ ذیل ہیں۔

1- پلنتھ کا تصدیق نامہ جمع نہیں کرایا گیا۔

2- منظور شدہ تعمیری اور ساختیاتی نقشوں میں تبدیلی۔

3- فاضل تعمیر شدہ رقبہ کی تعمیر۔

4- فاضل منزلوں اور حصوں کی سطح کی تعمیر۔

5- چاروں اطراف پر لازمی کھلی جگہوں پر تجاوزات۔

6- سڑک کی جانب اور دو کانوں کے لئے داخلے کی جگہیں۔

7- دوکانوں پر ہوا کو صاف رکھنے والے حصے ختم کر دیئے گئے۔

8- کسی لائسنس یافتہ انجینئر/آرکیٹیکٹ کی نگرانی کے بغیر تعمیر۔

9- نگرانی/تعمیرات کے محکمے اور کے بی سی اے کے متعلقہ زون کی مرحلہ وار جانچ کے بغیر تعمیر۔

10- کے بی سی اے کے اوکیپنسی سرٹیفکیٹ کے بغیر قابضین کا استقرار۔

1979ء، ضوابط 1979ء اور ایکٹ 1915ء کی کھلی خلاف ورزی ہے اور منظور شدہ منصوبے (ہرچند غیر قانونی) سے بجلی، پانی، سیوریج، روڈ/پارکنگ سہولیات اور میونسپل خدمات پر جو پہلے ہی کمیاب ہیں، ناقابل برداشت بوجھ پڑے گا۔

شہری سہولیات فراہم کرنے والے اداروں کی جانب سے جاری کئے گئے عدم اعتراض کے تصدیق نامے (این او سی) کی کوئی حیثیت نہیں ہے کیونکہ یہ ادارے درحقیقت مطلوبہ خدمات کو فراہم کرنے کے پابند نہیں ہوتے ہیں۔ سہولیات فراہم کرنے والے کسی بھی صورت میں ایسے وعدے نہیں کرسکتے کیونکہ وہ فی الوقت موجودہ باشندوں/استعمال کنندگان کو معقول سہولیات فراہم کرنے کی حیثیت میں نہیں ہیں۔ اس سے عوام کے ایک حصے کے اپنی زندگی، اپنی جائیداد سے خاموش مسرت اور ان کے بنیادی حقوق کی نفی ہوگی جن کی آئین کے آرٹیکل 9, 14, 23 اور 25 کے تحت ضمانت دی گئی ہے اور اس طرح یہ آئین کی خلاف ورزی ہوگی۔

ملحقہ گلیوں بشمول کلفٹن روڈ اور ہوسک روڈ پر بے تحاشہ پارکنگ سے ٹریفک پر خوفناک اثرات مرتب ہوں گے اور اس کی وجہ سے کراچی کے تمام شہری متاثر ہوں گے۔ کلفٹن/فریئر ٹاؤن کوارٹرز میں پہلے ہی بڑھتی ہوئی گنجان آبادی شہری انتظامیہ اور کراچی کے شہریوں کے لئے سنگین مسئلے کا سبب ہے۔ شہریوں نے گاہے بگاہے حکومت سے مطالبات کئے لیکن ابھی تک تعمیراتی/قبضہ جاتی عمل بغیر کسی روک ٹوک کے جاری ہے۔ کے بی سی اے اور حکومت سندھ قانون کے مطابق غیر قانونی تعمیر کو رکوانے اور گرانے کے لئے موثر اقدامات کرے اور غیر قانونی عمارت کی منظوری دینے کی بدعنوانی میں ملوث وزیر، حکام اور بلڈر کو قرار واقعی سزا دے اور اس عمل میں ناکامی ان پر قانون کے تحت عائد کردہ سرکاری فرائض کی خلاف ورزی میں شمار ہوگی۔ کے بی سی اے کی جانب سے جاری کردہ مطلوبہ قبضہ سرٹیفکیٹ کی غیر موجودگی میں متذکرہ عمارت میں سہولیات فراہم کرنے والی کمپنیوں کی جانب سے بجلی، پانی/سیوریج، ٹیلیفون یا گیس لائنیں فراہم کرنے کی کوئی بھی کارروائی غیر قانونی ہے۔

سی ڈی جے کے بھی لازماً پلاٹ کی لیز کا تجزیہ اور ساقط کرے کیونکہ عمارتی ضوابط اور لیز/لینڈ گرانٹ شرائط کی بڑے پیمانے پر خلاف ورزی کی گئی ہے۔

آئین کے آرٹیکل نمبر 4 میں پاکستان کے تمام شہریوں بشمول کراچی کے باشندوں کو بلڈر کی غیر قانونی سرگرمیوں سے مکمل قانونی تحفظ کی ضمانت دی گئی ہے۔ ❀❀❀

اظہار تعزیت

شہری کی انتظامیہ، عملہ اور ارکان شہری سی بی ای کے بانی رکن جناب دانش زوبی کی صاحبزادی زیبا زوبی کی المناک موت پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہیں جو 25 جنوری 2003ء کو انتقال کر گئیں۔ ہم سوگوار خاندان کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

شہری کے لئے رضاکاروں کی ضرورت ہے

شہری کے مختلف منصوبے ذیل میں درج چھوٹی کمیٹیوں کی وساطت سے چلائے جاتے ہیں۔

- آلودگی کے خلاف
- میڈیا اور بیرونی روابط (نیوز لیٹر)
- قانونی (غیر قانونی عمارتیں)
- تحفظ ورثہ (پرانی عمارتیں)
- پارکس اور تفریح
- مالی حصول

ہر وہ شخص جو شہری کے جاری اور مستقبل کے منصوبوں کے لئے مدد (رقم/فیس) کرنا چاہے اس سے گزارش ہے کہ وہ شہری کے دفتر تشریف لائیں یا فون، فیکس یا ای میل کے ذریعے شہری کے سیکریٹریٹ سے رابطہ کریں۔

ایک بہتر ماحول کی تخلیق کے لئے

"شہری" میں شمولیت اختیار کیجئے

اگر آپ "شہری" میں شامل ہونا چاہتے ہیں تو براہ کرم یہ کوپن بھر کر اس پتے پر روانہ کردیں۔

شہری برائے بہتر ماحول۔ 206-جی۔ بلاک 2 پی ای سی ایچ ایس، کراچی 75400۔ پاکستان

ٹیلیفون/فیکس 92-21-4530646

E-mail address:
Shehri@onkhura.com (Web site)
URL:http//www.onkhura.com/shehri

نام ____________ ٹیلیفون (گھر) ____________

ایڈریس ____________

پیشہ ____________ ٹیلیفون (دفتر) ____________

شہری کی رکنیت

2003ء کے لئے شہری کی رکنیت کی تجدید کروانا نہ بھولیں۔ شہری میں شرکت کریں اور بطور شہری اس شہر کو صاف کرنے، صحت بخش اور ماحول دوست مقام بنانے کے لئے مدد دیں۔

شمس الحق میمن شہری اسپتالوں کے فضلے کے انتظام میں محفوظ طریقوں کو یقینی اور باقاعدہ ادارہ تحفظ ماحولیات سندھ کے کردار کے متعلق آگاہ کرتے ھیں

اسپتال کے فضلے کا انتظام... قوانین پر عملدرآمد کیسے؟

کراچی کے تین بڑے اسپتالوں میں طبی فضلے کو ٹھکانے لگانے کا معقول انتظام نہیں ھے

شمس الحق میمن

اسپتال کے ٹھوس فضلے کا انتظامی نظام فضلے کو ٹھکانے لگانے کے بنیادی ڈھانچے کی عدم موجودگی میں کامیاب نہیں ہوسکا جو سرکاری اور نجی اسپتالوں کے پیدا کردہ جراثیم سے آلودہ ٹھوس فضلے کی بھاری مقدار کو حسب ضرورت ٹھکانے لگا سکے۔ اس حقیقت کی وجہ سے ادارہ تحفظ ماحولیات سندھ نے ماضی میں مسلسل کے ایم سی پر مسلسل زور دیا ہے جو کراچی میں ٹھوس فضلے کو ٹھکانے سے متعلق عملی جامہ پہنانے کا ادارہ ہے اور اس ضمن میں اس نے 1995ء میں کراچی میں اسپتال کے فضلے کو ٹھکانے لگانے کے ضمن میں فضلے کو جلانے والے دو بڑے پلانٹ نصب کرنے کے لئے حاصل کر لئے تھے۔

فضلے کا انتظام

آخر کار ادارہ تحفظ ماحولیات سندھ نے دو اداروں کے درمیان باہمی سمجھوتہ کرانے میں کامیابی حاصل کر لی اور کے ایم سی نے میوہ شاہ کراچی میں تقریباً دس ٹن یومیہ فضلہ جلانے کی صلاحیت رکھنے والے دونوں فضلہ جلانے والی بھٹیاں نصب کر دیں۔ اب ان بھٹیوں نے کام شروع کر دیا ہے اور کراچی کے سو سے زائد اسپتالوں سے فضلہ اکٹھا کر رہی ہیں۔

اس عرصے کے دوران ادارہ تحفظ ماحولیات سندھ کی کامیابیوں میں مندرجہ ذیل شامل ہیں۔

- اسپتال کے فضلے کے انتظام کے ضوابط 2003ء کی تیاری میں جناب شمس قاسم لاکھا کی سربراہی میں اسپتال کے فضلے کے انتظام پر وفاقی حکومت کی پی ای سی اے کمیٹی کے ساتھ معاونت کی۔ فی الوقت ضوابط کا مسودہ وفاقی سطح پر زیر غور ہے۔
- کراچی کے محفوظ اسپتال کے فضلے کے انتظامی منصوبے کے نفاذ کے لئے ہر قدم پر کے ایم سی کی اعانت کی اور کے ایم سی اور دیگر اسپتالوں کے درمیان رابطے کا فریضہ انجام دیا۔
- اسپتال کے فضلے کے انتظام پر متعلقہ رہنما اصولوں کے بارے میں اسپتالوں کی تربیت اور دوروں اور درکار ہدایات کی فراہمی کے ذریعے اس کے عملی نفاذ کا پابند کرنا۔
- کراچی کے تین بڑے اسپتالوں کو عدم تعمیل پر نوٹس جاری کیے۔

تحفظ ماحولیات کے حکم کا اجراء

اسپتال کے فضلے کو ٹھکانے لگانے کے غیر محفوظ انتظام اور طریقہ کار سے متعلق متعدد شکایات موصول ہونے کے بعد ای پی اے سندھ کی ٹیم نے کراچی کے تین بڑے اسپتالوں کا دورہ کیا اور ان کے مخالف ماحولیاتی اعمال کی تصدیق کے بعد سندھ ای پی اے نے پاکستان تحفظ ماحولیات ایکٹ 1997ء کے سیکشن 16(1) اور (2) میں دیئے گئے اختیارات کا استعمال کرتے ہوئے انفرادی سماعت کے نوٹس جاری کیے اور پھر کراچی کے تین بڑے اسپتالوں کو جنوری اور فروری 2000ء میں تحفظ ماحولیات کے حکم نامے جاری کیے یہ اسپتال مندرجہ ذیل ہیں۔

1- سول اسپتال کراچی
2- عباسی شہید اسپتال کراچی
3- ڈاکٹر ضیاء الدین اسپتال کراچی

ان اسپتالوں کے جراثیم سے آلودہ فضلے کے غیر محفوظ انتظام سے منسلک صحت کو لاحق خطرات کو کم کرنے کے لئے معینہ مدت کی مہلت دی گئی اور یہ کہ وہ اس مدت کے دوران اپنی حدود کے اندر محفوظ، صحتمند اور جراثیم سے پاک حالات کی فراہمی کے لئے مناسب عملی اقدامات اٹھائیں۔ اس ضمن میں مذکورہ تینوں

استعمال شدہ سرنجیں دوبارہ فروخت کے لئے تیار ہیں

اسپتالوں نے عملی اقدامات کرلئے ہیں مثلاً ڈاکٹروں اور عملے کی تربیت، سوئیوں اور ڈرپ سیٹ کاٹنے کی سہولت کی فراہمی، اسپتال کے اندر جراثیم سے آلودہ فضلے کو اکٹھا اور علیحدہ کرنے میں بہتری اور جراثیم سے آلودہ فضلے کو ان کی بھٹیوں میں ٹھکانے لگانے کے لئے کے ایم سی کے ساتھ مربوط اور تعاون کرنا وغیرہ۔ یہ اسپتال باقاعدگی سے اپنی کارکردگی رپورٹیں بھی ادارہ تحفظ ماحولیات سندھ کو فراہم کررہے ہیں۔

پاکستان تحفظ ماحولیات کونسل کمیٹی کی تشکیل

پاکستان میں محفوظ اور باقاعدہ اسپتال کے فضلے کے انتظام سے متعلق جائزہ لینے اور ایک قومی حکمت عملی تشکیل دینے کے لئے آغاخان یونیورسٹی اسپتال کراچی کے صدر جناب شمس قاسم لاکھا کی سربراہی میں وفاقی سطح پر پاکستان تحفظ ماحولیات کونسل کمیٹی پہلی ہی نامزد کی جاچکی ہے۔

تحفظ ماحولیات کونسل کمیٹی مختلف اہم موضوعات پر علیحدہ تحقیق کرنے کے لئے چھ مزید تیکنیکی کمیٹیاں نامزد کرچکی ہے۔ یہ کمیٹیاں درج ذیل ہیں۔

1- سب کمیٹی برائے آگہی۔

2- سب کمیٹی برائے اسپتال کے فضلے کا وحدانی انتظام (سرکاری شعبہ)۔

3- سب کمیٹی برائے اسپتال کے فضلے کا وحدانی انتظام (نجی شعبہ)

4- سب کمیٹی برائے اسپتال کی بھٹی کے رہنما اصول اور تصریحات (زیر سربراہی ڈائریکٹر جنرل ای پی اے سندھ)۔

5- سب کمیٹی برائے طریقہ کار اور رہنما اصول۔

6- سب کمیٹی برائے فضلہ کو اکٹھا کرنے میں مداخلت۔

متذکرہ بالا سب کمیٹیوں کی کارکردگی کو جانچنے اور تجزیہ کرنے کے لئے پی ای پی سی کے تین تفصیلی اور جامع اجلاس (دو کراچی میں اور ایک اسلام آباد میں) ہوچکے ہیں۔

ای پی اے سندھ کو سب کمیٹی برائے اسپتال کے فضلے کو ٹھکانے لگانے کی بھٹی کے رہنما اصول اور تصریحات کا فریضہ سونپا گیا تھا۔ اس ضمن میں ای پی اے سندھ نے پی ای پی سی کے شرکاء قابل قدر تبصروں کی موصولی اور شراکت کے بعد ایک مکمل حتمی دستاویز تیار کر کے وفاقی حکومت کو پہلے ہی بھیج دی ہے۔

عام گھریلو کوڑا کرکٹ کے مقابلے میں اسپتال کا فضلہ صحت کے لئے کئی گنا زیادہ خطرناک ہے اور اس کے ضرررساں اجزا کو ٹھکانے لگانے خصوصی حفاظتی اقدامات اٹھانا نہایت ضروری ہیں۔ مثلاً استعمال شدہ سرنج، زخموں کی پٹیاں، خون اور پیشاب کی تھیلیاں وغیرہ۔

کراچی کے زیادہ تر اسپتالوں کی انتظامیہ اپنے فضلے کو ٹھکانے لگانے کے بے قاعدہ طریقہ کار کے خطرناک نتائج کے سلسلے میں لاپرواہی کا مظاہرہ کرتی ہیں اور بسااوقات اس ضمن میں ان کا رویہ تقریباً مجرمانہ غفلت پر مبنی ہوتا ہے۔

شہر کے چند اسپتالوں کے علاوہ زیادہ تر اپنا فضلہ اسپتال کے کمپاؤنڈ میں ہی پھینک دیتے ہیں یا پھر اسپتال کے قریب نیم پختہ کچرا کنڈی میں ڈال دیتے ہیں۔ وارڈوں میں صفائی کرنے والے جمعدار دوبارہ استعمال کے قابل فضلہ مثلاً سرنج اور ڈرپ سیٹ وغیرہ اکٹھا کرلیتے ہیں۔ ان چیزوں کو پہلے وہ دھوتے ہیں اور پھر ایسی خطرناک ضائع شدہ چیزوں کی غیر قانونی دوبارہ تجارت میں ملوث مقامی ڈیلروں کو فروخت کردیتے ہیں۔ کے ایم سی باقی رہ جانے والا فضلہ تمام شہر کے کوڑے کے ساتھ ٹھکانے لگاتی ہے۔ ان تمام اعمال نے عوام کی ایک بہت بڑی تعداد کو طریقے کے مختلف مراحل پر براہ راست یا بلاواسطہ صحت کے خطرہ سے دوچار کردیا ہے۔

پاکستان تحفظ ماحولیات ایکٹ 1997 کے تناظر میں اسپتال کے فضلے کی درجہ بندی

- پاکستان تحفظ ماحولیات ایکٹ 1997ء کے سیکشن 2(19) کے مطابق خطرناک فضلے وغیرہ کی تعریف واضح کی گئی ہے۔

''خطرناک فضلہ سے مراد ایسا فضلہ ہے جو خطرناک مواد کا ہو یا خطرناک مواد پر مشتمل ہو یا جسے خطرناک فضلہ قرار دیا جاسکتا ہے اس میں اسپتال کا فضلہ اور جوہری فضلہ شامل ہے''۔

- خطرناک مواد سے نمٹنے کے بارے میں پی ای پی اے 1979ء کے سیکشن 14 کے مطابق کہا گیا ہے کہ اس ایکٹ کی شرائط کے مطابق کوئی شخص کسی بھی خطرناک مواد کو تیار، اکٹھا، درآمد، منتقل، صاف، ضائع یا محفوظ نہیں رکھ سکتا ماسوا:

الف: وفاقی/صوبائی ادارہ کے جاری کردہ لائسنس اور تجویز کردہ بعض طریقوں کے تحت یا:

ب: عصر حاضر میں نافذ العمل کسی دوسری قانون کی شرائط کی مطابقت میں یا کسی بین الاقوامی معاہدے، کونشن، دستاویز، قانون، معیار، دیگر آلات کے سمجھوتے کے جن میں پاکستان شریک ہے۔

خطرناک فضلے کے انتظام کے نفاذ کے لئے سادہ اقدامات

- تمام اقسام کے تخلیق شدہ فضلے کا ریکارڈ رکھنا۔
- خطرناک، بے ضرر، تیزابی، غیر تیزابی فضلے کو علیحدہ کرنے کے لئے کلر کوڈ سسٹم کا استعمال۔
- تمام وارڈوں، آپریشن تھیٹروں اور لیبارٹریوں میں فضلے کو اکٹھا کرنے والے ڈبے نصب کئے جائیں۔
- دوبارہ استعمال سے بچاؤ کے لئے سرنج اور ڈرپ سیٹوں کو باقاعدہ ضائع کیا جائے۔
- تیزابی فضلے کے لئے سرایت اور رساؤ کی مزاحمت کے حامل ڈبوں کا استعمال۔
- خطرناک اور غیر تیزابی فضلے کے لئے رساؤ سے محفوظ تھیلوں کا استعمال۔
- تمام فضلاتی ڈبوں پر ڈھکن ہونا چاہئیں۔
- اسپتال کے اندر خطرناک فضلے کو جمع کرنے کی جگہ محفوظ ہونی چاہئے اور اس کی مناسب حفاظت کی جائے۔
- اسپتال کے فضلے کو بھٹی کی سہولت تک منتقلی کے لئے کے ایم سی کے فضلہ اکٹھا کرنے والے شعبے سے مناسب طور پر مربوط ہونا چاہئے۔
- تمام تھیلوں اور ڈبوں کو کے ایم سی کے حوالے کرنے سے قبل سربمہر کرنا اور دستاویزی شکل میں لانا چاہئے۔

تجویز کردہ اقدام

- اپنے فضلے کو محفوظ انداز میں ٹھکانے لگانے اور نمٹنے کے لئے تمام اسپتال اور صحت کے حفاظتی مراکز ایچ ڈبلیو ایم سسٹم کا نفاذ کریں۔
- بڑے اسپتال یا اسپتالوں کی انجمنیں/گروہ فضلے کو جلانے والی اپنی بھٹیاں نصب کریں۔
- اسپتال ایچ ڈبلیو ایم سسٹم کے مستقل نفاذ کے لئے میزانیہ طریقہ کار مرتب کریں۔
- فضلے کو بھٹی میں جلانے کے لئے کے ایم سی کو سروس (بقیہ صفحہ 22 پر)

مولانا آزاد میڈیکل کالج کی طالبات کی جانب سے حفاظتی انتظامات سخت کرنے کے مطالبے کے باوجود انتظامیہ نے خاطر خواہ ٹھوس اقدامات نہیں اٹھائے

طالبات کے خلاف جنسی تشدد میں اضافہ

بھارتی لوک سبھا میں مجرموں کو سخت سزا دینے کا مطالبہ

ٹی کے راجہ لکشمی

بھارت کے دارالخلافہ کے ایک معتبر کالج کی ایک طالبہ کے ساتھ دن دہاڑے جنسی تشدد کے شرمناک واقعے کے بعد سیاستدانوں پر دباؤ بڑھ رہا ہے کہ وہ خواتین کے خلاف بڑھتے ہوئے جنسی تشدد کے واقعات کا سختی سے نوٹس لیں، لیکن خاتون کارکن جنسی تشدد کے واقعات میں ملوث مجرموں کو سزائے موت دیے جانے کی مخالفت کر رہی ہے۔

دنیا میں کہیں اور

15 نومبر 2002ء کو مولانا آزاد میڈیکل کالج کی 24 سالہ طالبہ کو شہر کے مصروف ترین روڈ سے خنجر کی نوک پر گھسیٹ کر کالج کے دروازے کے بالکل سامنے سرکاری پلاٹ خونی درواز کے حدود میں مجرموں نے اجتماعی طور پر بے آبرو کیا۔

اس واقعے کی وجہ سے پارلیمنٹ کو فوری طور پر اپنی مقررہ کارروائی دو دن کے لئے معطل کرنی پڑی اور ایوان میں اس بات پر بحث شروع ہوئی کہ کیا مجرموں کو سزائے موت دی جائے۔ نائب وزیراعظم اور حکمران پارٹی کے اہم گروپ ہندو نیشنلسٹ بھارتیا جنتا پارٹی کے سربراہ لال کرشن ایڈوانی نے اپنی شعلہ بیان تقریر میں یہ واضح کیا کہ اس پر کوئی سیاسی حتمی رائے لینے تک وہ واقعے کے مجرموں کو سزائے موت دینے کی حمایت کرتا ہے۔

حزب مخالف پارٹی کے کچھ رہنما اس فیصلے پر راضی تھے، لیکن ان کو سزائے موت دینے کے طریقے پر اختلاف تھے۔ کانگریس پارٹی ممبر کرن چوہدری نے پھانسی کے ذریعے سزائے موت دینے کی حمایت کی جبکہ وزیر دفاع اور اپنے دور کے سماج وادی جارج فرنانڈس کا کہنا تھا کہ مجرموں کو سزا دینے کے لئے چین کا طریقہ اپنایا جائے اور مجرموں کو سرعام فائرا سکواڈ کے سامنے لاکر مار دیا جائے۔

اس جنسی تشدد کے واقعے کے نو دن بعد ایک مقامی اخبار نے دہلی کے تین چوتھائی حصوں میں بسنے والی عورتوں کا سروے کیا جنہوں نے مجرموں کو سزائے موت دینے کی حمایت کی، لیکن پارلیمنٹ کے باہر کچھ خاتون کارکنوں نے سیاستدانوں کے فتنہ انگیز رویہ پر تنقید کی جنہوں نے خواتین کی طرف سے بھارت کے جنسی تشدد کے قانون میں اصلاح کے لئے برسوں سے کی جانے والی جدوجہد کو ہمیشہ نظرانداز کیا تھا۔

آل انڈیا ڈیموکریٹک ویمنز ایسوسی ایشن کی جنرل سیکریٹری برندا کارت نے لال کرشن ایڈوانی کے ریمارکس کورد کرتے ہوئے کہا کہ یہ سیاسی چالبازی کے سوا کچھ نہیں ہے، جبکہ نیشنل کمیشن آف وومن کی چیئرپرسن پورنما ایڈوانی نے ایسے مجرموں کو سزائے موت دینے کی مخالفت کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اس سے سزا دینے کی شرح کم ہو جائے گی اور عدالتی فیصلے میں تاخیر ہو سکتی ہے۔

انسانی حقوق کی تنظیموں کے ارکان نے کہا ہے کہ سزائے موت دینا انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے۔ انہوں نے اس خدشے کا اظہار کیا ہے کہ سزائے موت دینے سے عورتوں کی زندگی کے لئے خطرہ مزید بڑھ جائے گا، کیونکہ جنسی تشدد کے مجرم اپنا جرم چھپانے کے لئے واقعے کے بعد ایسی خواتین کو قتل کر سکتے ہیں، تاکہ عدالت میں ان کے خلاف کوئی ثبوت نہ پیش ہو سکے۔

بہرحال بھارت کے شہروں میں ہونے والے جنسی تشدد کے بڑے واقعات کے فوراً بعد میڈیکل کالج کی طالبہ کے ساتھ ہونے والا یہ واقعہ سٹی پولیس ہیڈکوارٹر سے 500 میٹر کے فاصلے پر ہوا ہے۔ ان میں ممبئی ٹرین میں ہونے والا واقعہ اور دہلی یونیورسٹی کی طالبہ پر حملہ شامل ہے جس کو مجرموں نے کار میں اغوا کر کے اسی گاڑی میں ہوس کا نشانہ بنایا اور پھر اس کو پھینک دیا۔

مولانا آزاد میڈیکل کالج کی طالبات کی جانب سے سیکورٹی اقدامات بڑھانے کے مطالبات کے باوجود انتظامیہ نے کوئی ٹھوس قدم نہیں اٹھایا جس کی وجہ سے ریپ کے واقعے کے کچھ ہی دنوں بعد کالج کیمپس

کے اندر دو موٹر سائیکل سواروں نے ایک طالبہ کے ساتھ بدتمیزی کی۔ طالبات نے ایسی شکایتیں بھی کی ہیں کہ کالج کی طرف سے مقرر کردہ پرائیویٹ سیکورٹی گارڈز اکثر طور پر ڈیوٹی کے دوران نشے کی حالت میں دیکھے گئے ہیں۔ ایم اے ایم سی کی طلبہ و طالبات نے انتظامیہ کی جانب سے تحفظ نہ دینے پر احتجاجی طور پر اپنے سالانہ امتحانات کا بائیکاٹ کیا۔ انہوں نے پولیس کے رویہ پر بھی غصہ کا اظہار کیا کہ جنسی تشدد کا شکار بننے والی طالبہ کی جانب سے ایک حملہ آور کی شناخت کے باوجود پولیس مجرموں کو گرفتار نہ کر سکی۔ اس احتجاج میں دارالحکومت کے دوسرے میڈیکل کالجوں کے طلبہ بھی شامل ہو گئے۔

24 نومبر کو پولیس نے ایک مجرم کو تین مشتبہ ساتھیوں سمیت گرفتار کر کے انہیں ریپ، ڈاکہ، اور جرم کی سازش کا مرتکب ٹھہرایا۔ اس کے ایک دن بعد ایک چالیس سالہ خاتون کا دن دہاڑے پیچھا کر کے اس کو اجتماعی طور پر بے آبرو کیا گیا۔ ایسے واقعات کے بعد یہ ثابت ہو گیا ہے کہ دہلی شہر نہ صرف طالبات کے لئے بلکہ ساری خواتین کے لئے ایک خطرناک جگہ بن گیا ہے۔

یہ سب کچھ نیا یا اچانک نہیں ہوا۔ 1999ء میں نیشنل کرائم بیورو نے رپورٹ دی کہ بھارت کے 23 اہم اور بڑے شہروں میں خواتین کے خلاف جنسی تشدد سمیت جرائم میں اضافہ ہوا ہے۔ دہلی پولیس کے ریکارڈ سے ظاہر ہوتا ہے کہ 2002ء میں 383 ریپ کیس درج ہوئے، لیکن انسانی حقوق کی تنظیموں کے ارکان کا خیال ہے کہ حقیقی اعداد و شمار کم از کم پانچ گنا زیادہ ہوں گے، کیونکہ اکثر واقعات سماجی بدنامی کی وجہ سے رپورٹ نہیں ہوئے اور پولیس ہمیشہ شکار بننے والے لوگوں پر کیس واپس لینے کے لئے دباؤ ڈالتی ہے۔

نامور بھارتی فلم اسٹار اور سیاسی کارکن شبانہ اعظمی کا کہنا ہے کہ "جنسی تشدد کے واقعات کو کم کرنے کے لئے سخت ترین سزا کے بجائے مجرم کو سزا یقینی بنانا ضروری ہے، ریپ کے مجرموں کو سزا کی شرح چار فیصد سے بھی کم ہے جو مایوس کن ہے"

بھارت کے محققین کی تحقیق کے مطابق گزشتہ دہائی سے طالبات کے خلاف جنسی تشدد کے واقعات میں تیزی سے اضافہ ہوا ہے۔ 1996ء میں دہلی یونیورسٹی میں ہونے والے جنسی حملوں کے متعلق سروے کی وجہ وہ اچانک سوال تھا جو سوشیالوجی کے پروفیسر سے ان کے پوسٹ گریجویٹ شاگرد پوچھ رہے تھے کہ ''کیا وجہ ہے کہ شہر کی عورتیں اکثر طور پر گردن جھکا کر چلتی ہیں؟'' اکثر طالبات نے اس کی وجہ جنسی حملوں کا خوف بتایا ہے جس نے عورتوں کے لئے یہ مشکل بنا دیا ہے کہ وہ ہمت سے اپنی گردن اٹھا کر کے چل سکیں۔

آل انڈیا ڈیموکریٹک وومنز ایسوسی ایشن کی برانداکرات کا کہنا ہے کہ ''طالبات کی صورتحال پر عوام کی بے توجہی نے مجرموں کا حوصلہ بڑھا دیا ہے۔ آخر ایسا کیوں ہے کہ دہلی کی طالبات پر بسوں کے اندر جنسی حملوں کے باوجود ان کی کوئی مدد نہیں کرتا''۔

ایم اے ایم سی واقعے کا غصہ کیمپس کے اندر تشدد پسند لوگوں کو جنسی تشدد اور جنسی حملوں کے خلاف مستحکم کر رہا ہے۔ اگست 2002ء میں دہلی یونیورسٹی میں قانون کی ایک طالبات کے ساتھ ہونے والے جنسی تشدد کے بعد یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ کیمپس کے اندر حفاظتی اقدامات کئے جائیں جس میں اسٹریٹ لائٹس کو مزید بڑھایا جائے اور خواتین پر کام کرنے والی جگہوں پر جنسی حملوں کے خلاف متوقع سرکاری پالیسیوں کو نافذ کیا جائے۔

نامور بھارتی فلم اسٹار اور سیاسی کارکن شبانہ اعظمی کا کہنا ہے کہ ''جنسی تشدد کے واقعات کو کم کرنے کے لئے سخت ترین سزا کے بجائے مجرم کو سزا یقینی بنانا ضروری ہے۔ ریپ کے مجرموں کو سزا کی شرح چار فیصد سے بھی کم ہے جو مایوس کن ہے''۔

خواتین کی تنظیمیں اور قانونی ماہر قانون کا نوری اور موثر نفاذ چاہتے ہیں۔ ان کا موقف ہے کہ ''ریپ'' کی وصف کو جنسی تعلقات سے وسیع کیا جائے۔ عورت کی مرضی کے خلاف زنا کو جرم کے دائرے میں لایا جائے اور جو زنا کار سزا یافتہ ہیں ان کے قید کے لئے ایک عرصہ متعارف کیا جائے۔ جلدی کیس نمٹانے والی خاص عدالتیں قائم کی جائیں جن کا کام صرف جنسی تشدد کے کیس نمٹانا ہو۔

ایسے قانونی اصلاحات کام کرتے ہیں۔ جنوبی افریقہ جہاں ریپ کے واقعات کی شرح پوری دنیا میں سب سے زیادہ ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ بھارت اور دوسرے ممالک جو جنسی تشدد کے خلاف جدوجہد کر رہے ہیں، کو اس حوالے سے ترغیب دے۔ تین سال پہلے جنوبی افریقہ سرکار نے جنسی تشدد جیسے جرائم سے نمٹنے کے لئے 29 عدالتیں تشکیل دی تھیں۔ ان عدالتوں نے سالوں کے بجائے کئی کیسوں کے فیصلے چھ ہفتوں اور تین مہینوں کے دوران دے دیئے تھے۔

جنوبی افریقہ کی نیشنل پراسیکیوٹنگ اتھارٹی کے تھوکوماجوینی نے امریکی اخبار کرسچن سائنس مانیٹر کو بتایا کہ ''ان عدالتوں میں سزا دینے کی شرح بہت زیادہ ہے۔'' یہ عدالتیں جنسی حملوں کے کیسز کو ترجیح دیتے ہیں اور ریپ کا شکار بننے والے کے حوالے سے اپنا رویہ تبدیل کر رہی ہیں کہ وہ کس طرح متاثر ہوا اور قانونی سسٹم نے ان سے کس طرح انصاف کیا۔

انسانی حقوق کی تنظیموں کے ارکان کا کہنا ہے کہ بھارت کا عدالتی نظام بہت قدیم ہے جو جنس کے معاملات میں بڑا حساس ہوسکتا ہے اس لئے ان کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ خواتین تنظیموں کی جدوجہد کو دیکھتے ہوئے لگتا ہے کہ انڈین ایویڈنس ایکٹ 1872ء کا سیکشن (4)155 مد سے خارج ہو گیا ہے، کیونکہ یہ ایکٹ مجرم اور قانون دان کو اجازت دیتا ہے کہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جائے کہ جنسی تشدد کا شکار ہونے والا ایک بدکار کردار ہے۔

گزشتہ سال کی گئی آئینی ترمیم کے مطابق عدالت میں کی گئی جرح کے تحت جنسی تشدد کا شکار ہونے والے کا کردار زیر غور معاملے سے مربوط نہیں ہے۔ بہرحال پارلیمنٹ کے اندر جنسی حملوں کی وضاحت چاہنے والے تفصیلی بل پر بحث ہو رہی ہے اور اکثر لوگ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ ایم اے ایم سی کے واقعہ کے خلاف خواتین کی جدوجہد کا کوئی نتیجہ ضرور نکلے گا۔

آئی پی سی/ پانوس سنڈیکیٹ

کرن بشیر احمد

ہم کتنا فاصلہ رکھتے ہیں

ماہرین کے مطابق ذاتی جگہ ایک قسم کے بلبلوں پر مشتمل ہوتی ہے جنہوں نے ہمیں چاروں اطراف سے گھیرا ہوتا ہے

ایک دوسرے سے باہمی عمل کے دوران ہم جتنا طبعی فاصلہ رکھتے ہیں وہ ذاتی جگہ کہلاتا ہے ذاتی جگہ کا مطالعہ Proxemics کے نام سے جانا جاتا تھا۔ اس اصطلاح کو ماہر بشریات ایڈورڈ ٹی ہال (1966ء) نے وضع کیا تھا۔

ہال اور دیگر ماہرین اپنا یہ خیال پیش کر چکے ہیں کہ ذاتی جگہ ایک قسم کے بلبلوں پر مشتمل ہوتی ہے جنہوں نے ہمیں چاروں طرف سے گھیرا ہوتا ہے۔ جب کبھی ذاتی جگہ میں مداخلت ہوتی ہے ہم بے چین ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ ناراضگی کا اظہار بھی کر دیتے ہیں۔

ذاتی جگہ کی طبعی جہتیں کثیر عوامل کی بنیاد پر مختلف ہوتی ہیں۔ ان عوامل میں دو افراد کے درمیان رشتہ، ماحول اور نسلی اور قومیتی اختلافات شامل ہیں۔ مثال کے طور پر اجنبیوں کے مقابلے میں دوست احباب زیادہ قریب کھڑے ہوتے ہیں۔

ہال نے افراد کی ملاقات کے دوران روا رکھے جانے والے فاصلوں کی درجہ بندی کرتے ہوئے اسے چار زونوں میں تقسیم کیا ہے جس کی حدود باہمی عمل کی بنیاد پر منحصر ہوتی ہیں۔

پہلا زون

دِلی یا قریبی زون کا دائرہ چھونے سے تقریباً 18 انچ کے فاصلے پر محیط ہوتا ہے ماں اور بچے، محبت کرنے والے اور قریبی دوست اس زون کا استعمال کرتے ہیں۔

دوسرا زون

ذاتی زون 18 انچ سے 4 فٹ تک پھیلا ہوتا ہے اس کا استعمال عموماً اتفاقی دوستوں اور شناساؤں سے گفتگو کے دوران کیا جاتا ہے۔

تیسرا زون

سماجی زون 4 فٹ سے 12 فٹ تک ہوتا ہے۔ اس زون میں رسمی اور تجارتی تعلقات آتے ہیں۔

چوتھا زون

عوامی زون 12 فٹ سے زیادہ پر محیط ہوتا ہے اس کی مثال سامعین اور مقرر کے درمیان فاصلے سے واضح ہوتی ہے۔

ان زونوں کی اصل جہتیں نسلی اختلافات کے ساتھ تبدیل ہوتی ہیں۔ مثلاً یہ دیکھا گیا ہے کہ یورپی باشندے امریکیوں یا انگریزوں کے مقابلے میں زیادہ قریب فاصلے پر گفتگو کرتے ہیں اور عرب اور جنوبی امریکہ کے لوگ بات کرتے ہوئے انتہائی قریب ہوتے ہیں۔

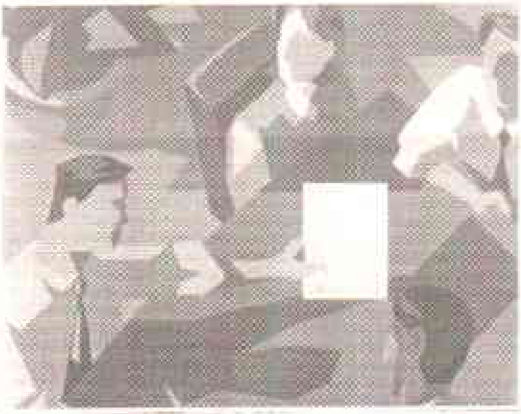

کام کی جگہیں ان لوگوں کے لئے بے حد تکلیف دہ ثابت ہوتی ہیں جو جسمانی فاصلہ برقرار رکھنے کے خواہش مند ہوتے ہیں

جو ناتھن فریڈمین کی مندرجہ ذیل مثال دلچسپ غلط فہمیوں کی اقسام کی تصویر کشی کرتی ہے جو ان اختلاف کے نتیجے میں پیدا ہو سکتی ہے۔

''مثلاً جب انگلینڈ کا باسی میکسیکو کے باشندے سے ملتا ہے تو وہ تقریباً ایک رقص کی صورت پیدا کر سکتے ہیں۔ انگریز جس فاصلے کو پسند کرتا ہے اس کے مقابلے میں میکسیکن زیادہ قریب کھڑا ہوتا ہے۔ جبکہ میکسیکن جس فاصلے کو مناسب سمجھتا ہے انگریز اس کے مقابلے میں تھوڑے زیادہ فاصلے پر کھڑا ہوتا ہے۔ فطری طور پر وہ دونوں اپنے مطلوبہ فاصلے پر کھڑے نہیں ہو سکتے لہٰذا وہ کبھی آگے ہوتے ہیں کبھی پیچھے۔ آخر کار انگریز خود کو کونے تک لے جا سکتا ہے۔ جبکہ میکسیکن کمرہ کے چاروں طرف اس کا پیچھا کرتا رہتا ہے۔ انگریز سوچتا ہے کہ میکسیکن کا رویہ جارحانہ، دبانے والا اور بے تکلف ہے جبکہ میکسیکن خیال کرتا ہے کہ انگریز کا رویہ مدافعت پسند، فاصلہ رکھنے والا اور مخالفانہ ہے حالانکہ یہ سب صرف اس لئے ہوا کہ وہ دونوں ایک آرام دہ اور مناسب فاصلہ (اپنے لئے) پر کھڑا ہونے کی کوشش کر رہے تھے''۔

(حوالہ: نفسیات کے اصول، اشاعت دوم)

ذرا سوچیے

ذہانت ایک فیصد الہام اور 99 فیصد محنت ہے

پانی کتنا صاف ہے؟

پانی ایسی چیزوں سے گندہ یا غیر شفاف ہوسکتا ہے جنہیں آپ دیکھ نہیں سکتے۔ مثلاً جراثیم اور دیگر چھوٹے نامیاتی اجسام پانی میں پرورش پاتے ہیں اور اسے پینے کے لئے غیر محفوظ بناتے ہیں۔ پانی ایسی اشیاء سے بھی گندہ ہوسکتا ہے جنہیں آپ دیکھ سکتے ہیں لیکن اس پر توجہ نہیں دی جاتی۔ پانی کتنا صاف ہے؟ یہ معلوم کرنے کے لئے اس کے کچھ نمونوں کی جانچ کیجئے۔

آپ کو کیا چاہئے؟

- چار چھوٹے صاف خالی ڈبے (بے بی فوڈ جار اس کے لئے مثالی ہیں)
- چار کافی فلٹر۔
- ماسکنگ ٹیپ۔
- ایک پنسل یا بال پین۔
- آپ کے مشاہدات، افکار اور سوالات تحریر کرنے کے لئے ایک چھوٹی نوٹ بک۔
- ایک چوڑے منہ کا بڑا جار۔

آپ کو کیا کرنا ہے؟

1- چھوٹے ڈبوں میں چار مختلف ذرائع سے پانی کے نمونے اکٹھا کیجئے۔ مثال کے طور پر نلکے کے پانی، بوتل کے پانی، بارش کے پانی اور تالاب کے پانی کا موازنہ کرنا دلچسپ ہوسکتا ہے۔

2- پانی کے ہر نمونے پر ماسکنگ ٹیپ اور پنسل یا پین کے ذریعے احتیاط سے نمبر اور چٹ لگایئے۔

3- اپنی نوٹ بک کے علیحدہ صفحات پر ہر نمونے کے ذرائع تحریر کیجئے اور اس نمونے کے بارے میں ایسی دیگر معلومات بھی تحریر کریں جو آپ کو نتائج کے حصول میں مدد دیں۔ مثلاً آپ نمونے حاصل کرنے کا وقت، قسم یا بارش کے پانی کی مقدار، تالاب کی جائے وقوع اور کیا تالاب کا پانی شفاف تھا یا گدلا، درج کرسکتے ہیں۔ آپ یہ بھی درج کرسکتے ہیں کہ آیا آپ کے نمونوں میں کوئی بو ہے۔

4- بڑے جار کے منہ پر کافی فلٹر لگایئے اور اپنے نمونوں میں سے ایک سے جار میں اس فلٹر کے ذریعہ احتیاط کے ساتھ پانی ڈالئے۔

5- فلٹر کو بغور دیکھتے رہئے۔ فلٹر کے ذریعے پانی ڈالتے ہوئے اس کا رنگ کس قدر تبدیل ہوا؟ فلٹر سے کتنے اجزا علیحدہ ہوئے؟ اپنی نوٹ بک میں ان اجزا کی شناخت درج کریں، پانی کے اس نمونے کے بارے میں کچھ مندرجات اپنی نوٹ بک میں تحریر کریں اور یہ بھی تحریر کریں کہ آپ نے کیا مشاہدہ کیا۔

6- دیگر تین نمونوں کے لئے ہر مرتبہ چوتھا اور پانچواں مرحلہ دہرایئے۔ ہر مرتبہ نیا فلٹر استعمال کیجئے۔

غور کرنے کی باتیں

- پانی کے کون سے نمونے سے سب سے زیادہ رنگ یا کچرا نکلا؟
- پانی کے کون سے نمونے سے سب سے کم رنگ یا کچرا نکلا؟
- ان اختلافات کے کیا اسباب ہوسکتے ہیں؟

(حوالہ: ارتھ بک فار کڈز۔ لنڈا شوارٹز)

بقیہ: اراضی کا انتظام

لوگوں سے گفتگو کی۔ میں نے علاقے کا معائنہ کیا اور مجھے گٹر باغیچہ دکھایا گیا اور میں نے گٹر باغیچہ کی رفاہی زمین کو صنعتی علاقہ میں تبدیل کرنے کے خلاف آئین کی دفعہ 184(3) کے تحت ایک انسانی حقوق کا مقدمہ 6-K/93 دائر کرنے کا فیصلہ کیا۔ شہری سی بی ای نے اس ضمن میں سندھ ہائیکورٹ سے حکم امتناعی حاصل کرلیا۔ ستمبر 1993ء میں ادارہ برائے تحفظ ماحولیات سندھ نے سپریم کورٹ میں تجویز پیش کی کہ اس پارک پر ایک سرکاری فارم قائم کیا جائے۔ سندھ ہائیکورٹ نے کے ایم سی یا کسی دوسرے فرد کو گٹر باغیچہ کے کسی حصے کی فروخت یا منتقلی پر پابندی عائد کردی۔ حکومت سندھ پر بھی کے ایم سی کی قرارداد منظور کرنے پر پابندی عائد کردی گئی۔ جسٹس آغا صبیح الدین کا یہ تبصرہ فکر انگیز تھا جس میں کہا گیا تھا کہ سپریم کورٹ کے فیصلے کا انتظار کرنا چاہئے۔ داستان چلتی رہی۔ اس پارک کے بارے میں ہائیکورٹ کے حکم امتناعی کے باوجود 1994ء سے 1997ء کے درمیان کے ایم سی نے آفیسرز ہاؤسنگ کے لئے 415 سب لیزیں جاری کردیں۔ اس پرفریب اسکیم کے ارکان نے اس الاٹمنٹ کی بنیاد پر بینک سے قرضے حاصل کرنے کی کوشش کی۔ 1999ء کے اوائل میں ہائیکورٹ میں پی سی ایس آئی آر کی ایک تجزیاتی رپورٹ پیش کی گئی جس میں بتایا گیا تھا کہ صنعتی فضلے سے آلودہ پانی سے مضر صحت سبزیوں کی نہ صرف کاشت کی گئی بلکہ انہیں مارکیٹ میں فروخت بھی کیا گیا۔

(نوید حسین۔ شہری سی بی ای کی انتظامیہ کمیٹی کے رکن ہیں)

بقیہ: فضلے کا انتظام

چارجز لازمی طور پر ادا کئے جائیں۔ فی الوقت صرف 45 اسپتال اس مد میں ادائیگی کرنے کے لئے رضامند ہوئے ہیں۔

- ایچ ڈبلیو ایم کو بہتر طور پر سمجھنے کے لئے ڈاکٹروں اور عملے کو مناسب تعلیم اور تربیت فراہم کی جائے۔
- تمام اسپتال فضلے کو علیحدہ کرنے کے سادہ اور بنیادی قدم کو اٹھا کر ایچ ڈبلیو ایم سسٹم کا آغاز کرسکتے ہیں۔
- کے ایم سی ادارہ تحفظ ماحولیات سندھ کو ماہانہ بنیاد پر اسپتال کے فضلے کو اکٹھا کرنے اور اس کو بھٹی میں جلانے کی تفصیلات سے آگاہ کرتی ہے تاکہ ادارہ تحفظ ماحولیات بوقت ضرورت ضروری اقدامات اٹھانے کا مجاز رہے۔

(جناب شمس الحق میمن محکمہ جنگلات اور جنگلی حیات، حکومت سندھ کے سیکریٹری ہیں) ❀❀❀

آبادی

پاکستان کی پہلی پاپولیشن پالیسی کا اعلان

آبادی کی شرح کم کیے بغیر غربت سے نجات ممکن نہیں

2002ء تک آبادی میں استحکام حاصل کرنے کے لئے صدر جنرل پرویز مشرف نے گزشتہ ماہ پاکستان کی پہلی پاپولیشن پالیسی کا اعلان کیا

پاپولیشن پالیسی 2002ء کے مقاصد میں آبادی اور وسائل میں توازن قائم کرنا، آبادی کے تیزی سے بڑھتے ہوئے پھیلاؤ کے منفی اثرات کے بارے میں آگہی میں اضافہ کرنا، اور 2020ء تک آبادی میں اضافے کی رفتار کو 1.9 فیصد تک کم کرنا شامل ہیں۔ اس کا طویل المیعاد مقصد 2010ء تک محفوظ خاندانی منصوبہ بندی کے طریقوں تک بلا استثنیٰ رسائی ہے۔ پالیسی کا اعلان عالمی یوم آبادی کے سلسلے میں منعقد کی گئی ایک تقریب میں کیا گیا، اس موقع پر آبادی کی منصوبہ بندی میں نمایاں خدمات انجام دینے والے افراد کو اعزازات سے بھی نوازا گیا۔ صدر مملکت نے اپنے خطاب میں کہا کہ حکومت، پاکستان میں آبادی کے فلاحی پروگرام کو کامیاب بنانے کے لئے بہت پرعزم ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں یہ جنگ نہ صرف اپنے معاشی اسباب کے لئے بلکہ سماجی انصاف کے لئے لازمی جیتنا ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان ہر سال 30 لاکھ بچوں کی اضافی پیدائش کی وجہ سے غربت کے جال سے نہیں نکل سکتا۔ انہوں نے کہا کہ آبادی کے ہوشمندانہ انتظام کے تحت سخت جدوجہد کے ذریعے آبادی کی شرح کو کم کیا جاسکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس مقصد کے لئے قائدانہ حمایت اور واضح سیاسی عزم بہت اہمیت کا حامل ہے۔ جنرل پرویز مشرف نے قطعی طور پر واضح کیا کہ ملک کی آبادی کے ایجنڈے کو اس کی ترقی میں مرکزی حیثیت دی جانی چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ وہ چاہتے ہیں کہ 2012ء تک آبادی میں اضافے کی شرح کو 1.6 فیصد تک لانے کے لئے کی جانی والی کوششوں کی باقاعدگی سے نگرانی کی جائے۔ یہ ہدف حاصل کیا جاسکتا ہے اور اس کے حصول کے لئے ہمیں لازمی طور پر سخت جدوجہد کرنی ہے۔ صدر مملکت نے کہا کہ ان کی حکومت نجی اور سرکاری شراکت کی حوصلہ افزائی کر رہی ہے اور اچھی حکمرانی کی روایات کو متعارف کرا رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ حکومت پروگرام کو کامیاب بنانے میں وزارت برائے بہبود آبادی کی کوششوں کو سراہتی ہے۔

(بشکریہ: پاپولیشن، آبادی پر ایک سہ ماہی جریدہ، جلد 3، شمارہ 3/2)

Population of Pakistan

Total Population (2001)	142.5 million
Male/Female (%)	51.9/48.1
Urban/Rural (%)	32.5/67.5
Crude Birth Rate (CBR)	30.2
Crude Death Rate (CDR)	8.3
Growth Rate (%)	2.1
Dependency Ratio	87.3
Singulate Mean Age at Marriage	27.1 Male
	22.7 Female
Total Fertility Rate	4.8

Population Pyramid[5]

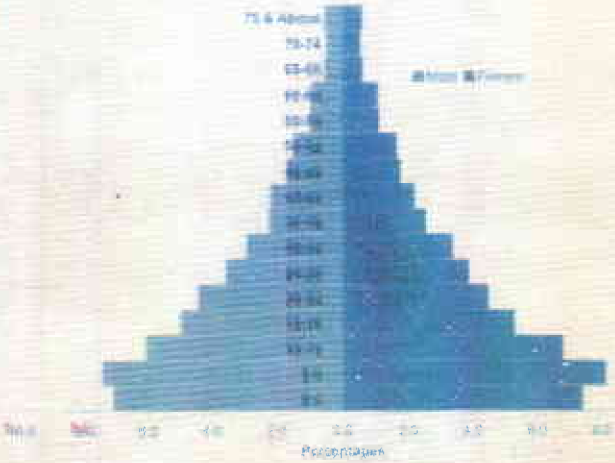

(Source: Pakistan's Population: Statistical Profile 2002 - Population Association of Pakistan)

بہتر ترقی پسند پاکستان کے لیے

فریڈرک نومان اسٹفٹنگ نے اپنے ساتھی گروہوں کے تعاون سے پاکستان میں ترقی پسند خیالات اور تصورات کو فروغ دینے اور جمہوری عمل کو استحکام بخشنے کے لئے مثبت اقدامات کئے ہیں

جرمنی میں انٹرنیشنل اکیڈمی برائے لیڈرشپ (آئی اے ایف) ایک ایسے فورم کا فریضہ انجام دیتی ہے جہاں بین الاقوامی اور بین البراعظمی سینئر اور نو جوان رہنما اپنے تجربات کا تبادلہ کرنے، اپنے مسائل کو بانٹنے اور مسائل کے حل تلاش کرنے کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ 1995ء سے اب تک مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے 74 پاکستانی شہری موضوعات کے ایک وسیع سلسلے پر منعقد ہونے والے آئی اے ایف کے سیمیناروں میں شریک ہو چکے ہیں۔ 2001ء میں فریڈرک نومان اسٹفٹنگ نے اسی نوعیت کے سیمیناروں کا سلسلہ جنوبی ایشیا میں شروع کیا۔ گزشتہ دس سالوں کے دوران سہ ماہی ''لبرل ٹائمز'' جو جنوبی ایشیا میں آزاد خیال پالیسی کے لئے ایک فورم ہے، نے عوامی حلقوں میں بحث و مباحثے کے لئے درجنوں نئے موضوعات متعارف کرائے ہیں مزید برآں اہم مسائل پر جاری بحثوں کو اثر انگیز بنانے کے لئے جدید نظریات کا اضافہ کیا ہے۔ فریڈرک نومان اسٹفٹنگ پاکستان آفس نے آئی اے ایف اکیڈمی میں تمام پاکستانی شرکاء کی انفرادی کوششوں کو باہم مربوط بنانے کے ضمن میں اسلام آباد میں آئی اے ایف کے تمام سابقہ شرکاء کا ایک اجلاس منعقد کرنے کا اہتمام کیا جس میں شہری سی بی ای کے اراکین عاملہ جناب رونالڈ ڈی سوزا اور جناب فرحان انور آئی اے ایف کے سابق شرکاء کی حیثیت سے شریک ہوئے۔

تقریب میں ''پاکستان میں جمہوریت کا مستقبل'' کے موضوع پر ایک سیمینار بھی منعقد کیا گیا جس میں سینئر سیاستدان اعتزاز احسن، اقبال حیدر اور دانیال عزیز شریک ہوئے۔

حالیہ انتخابات سے متعلق مختلف موضوعات اور پاکستان میں جمہوریت کے مستقبل پر اس کے پڑنے والے اثرات پر بحث کی گئی۔ معاشرے میں آزاد خیال افکار کو بڑھاوا دینے کے لئے حکمت عملیوں پر بحث کی گئی۔ نئی وجود میں آنے والی اسمبلیوں کے اراکین کے ساتھ باہمی عمل کو ناگزیر قرار دیا گیا۔ انتخابات سے قبل اور بعد میں ذرائع ابلاغ کے مثبت اور اہم اطلاعاتی کردار کو سراہا گیا اور عظیم تر آزادی صحافت کی ضرورت پر زور دیا گیا۔ ❀❀❀

> جو سیاست سے زیادہ قریبی واقفیت رکھتے ہیں صرف وہی در حقیقت اس میں ہونے والی تحقیق سے بہت زیادہ باخبر ہوتے ہیں اس قوم کے احترام کے لئے ریاستی تعمیر کی صلاحیت محفوظ رکھے۔
>
> فریڈرک نومان (جمالیاتی انسان اور سیاست 1908ء)
>
> فریڈرک نومان اسٹفٹنگ جرمنی کی فاؤنڈیشن ہے جس نے دنیا بھر کے ممالک میں آزادی اور آزادی کے اصولوں کے لئے خود کو وقف کر رکھا ہے۔ فاؤنڈیشن انفرادی آزادی کی اقدار، قانون کی حکمرانی اور آزاد منڈی کی معیشت کی خواہش رکھتی ہے۔ فریڈرک نومان اسٹفٹنگ کی سیاسی تعلیم اور جمہوری ترقیاتی پروگرام شہری معاشرہ کو طاقتور بنانے اور ہر کسی کی سیاست تک دسترس یقینی بنانے کے آرزومند ہیں تاکہ شہری خود کو درپیش مسائل سے نمٹ سکیں اور ان کا حل تلاش کرنے کے لئے شہری جرات کا مظاہرہ کریں۔ فریڈرک نومان اسٹفٹنگ نے پاکستان میں اپنے کام کا آغاز 1987ء میں کیا اور مندرجہ ذیل شراکت داروں کے ہمراہ کام کر چکی ہے۔ شہری سی بی ای، حقوق انسانی کمیشن پاکستان، اے جی ایچ ایس لیگل ایڈ سیل، انجمن برائے تحفظ حقوق اطفال (SPARC)، فضل داد ہیومن رائٹس انسٹی ٹیوٹ اور لبرل فورم پاکستان۔

اجلاس کے شرکاء